انوارِ رسالت

حصّہ اوّل

تصنیفِ لطیف

مجددِ مسلکِ اہلِ سنّت

خطیبِ پاکستان علّامہ محمّد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

۹۔ الکریم مارکیٹ
اردو بازار لاہور

Marfat.com

Jamia Naqishbandia
Bustan-ul-Aloom
Mujahidabad (AK)

Marfat.com

انوارِ رسالت

حصّہ اوّل

تصنیف لطیف

مجدّدِ مسلکِ اہل سنّت

خطیبِ پاکستان علّامہ محمّد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
۹ الکریم مارکیٹ
اردو بازار لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق پسران خطیب پاکستان محفوظ ہیں

نام کتاب — انوار رسالت (حصہ اول)

مرتبہ — مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی
۰۳۔ بی، سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی۔ ۳

بار اشاعت — سوم ۱۹۹۰ء

تعداد — دو ہزار

ہدیہ — ۱۲ روپے

ناشر — ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۹ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

Marfat.com

پیش لفظ

زیرِ نظر کتاب " انوارِ رسالت "، رحمت عالم ، نورِ مجسم ، شفیع معظم حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاداتِ عالیہ کا مختصر مگر پُر اثر اور بہترین مجموعہ ہے ۔ اس میں نہایت اہم مسائل کے بارے میں صحیح احادیث کی روشنی میں علمی و تحقیقی نتیجہ پیش کیا گیا ہے اور قرآن و سنّت سے مسلکِ حق اہلِ سنت وجماعت کی حقانیت کو ثابت کیا گیا ہے ۔ ارادہ ہے کہ یہ سلسلہ انشاءاللہ " انوارِ رسالت " کے آئندہ حصوں میں جاری رکھا جائے ۔

مجدّدِ مسلکِ اہلِ سنّت خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمدّ شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃُ الباری کی زندگی کے شب و روز مسلکِ حق اہلِ سنت وجماعت کی صداقت اور حقانیت کی تبلیغ واشاعت میں مشغول گزرے اور یہ میرے ربّ کریم کا فضلِ عظیم اور میرے ربّ کریم کے رسولِ کریم، رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کی رحمت وعنایت اور اولیاءاللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فیضان ہے کہ حضرت مولانا اوکاڑی قبلہ قدس سرہ الباری کی تحریر وتقریر کو خواص وعوام میں حد درجہ قبولیت کا خصوصی شرف حاصل رہا اور بفضلہٖ تعالےٰ یہ قبولیت روز افزوں ہے ۔ تمام اہلِ سنت وجماعت کے لیے بلاشبہ حضرت مولانا اوکاڑی قبلہ علیہ الرحمہ کی ذات وخدمات باعث فخر و مباہات ہیں ۔

" انوارِ رسالت (حصہ اول) کے دو ایڈیشن نورانی کتب خانہ کراچی کے زیرِ اہتمام شائع ہوئے ۔ تیسرا ایڈیشن محترم حفیظ البرکات شاہ صاحب کی زیرِ نگرانی ادارہ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز لاہور شائع کر رہا ہے ۔

دُعا ہے کہ اللہ کریم جلّ شانہٗ اپنے حبیب پاک صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صدقے

Marfat.com

میرے والدِ گرامی حضرت خطیبِ پاکستان قدس سرہٗ المنان کو اعلیٰ علیین میں مقامِ اعلیٰ سے نوازے اور اِدارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کو تبلیغ و اشاعت دینی میں مزید کامیابی عطا فرماتے۔

طالب دعا!
کوکب نورانی را احمد شفیع

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
١	ابتدا	۷
٢	اذان کے ساتھ درود و سلام	۹
۳	وضو	١١
۴	فضیلت نماز	١۳
۵	بے ادب کی اقتداء	١۵
٦	نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا	١٦
۷	ہاتھ کہاں تک اٹھائے	١٨
٨	ہاتھ کہاں باندھے	١۹
۹	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی چند احادیث	٢١
١٠	فاتحہ خلف الامام	٢۵
١١	آمین خفیہ کہنا	٢۷
١٢	رفع یدین	٢۹

Marfat.com

بندہ پروردگارم امتِ احمد نبیؐ
دوستدارم چاریار تابع اولادِ علیؓ
مذہبِ حنفیہ دارم ملتِ حضرتِ خلیلؑ
خاکِ پائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

Marfat.com

نحمدہ ونصلّی ونسلّم علٰی رسولہ الکریم وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث ۱ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا :

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِیٍٔ مَا نَوٰی ۔ (بخاری ومسلم ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۱)

کہ اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیّت کی ۔

اس حدیث سے ثابت ہُوا کہ اعمال کا دار و مدار نیّت پر ہے ۔ نیّت دِل کے پکّے ارادہ کو کہتے ہیں ۔ زبان سے کہہ لینا بھی مستحب ہے تاکہ " اقرارٌ باللّسانِ وتصدیقٌ بالقلب کے مطابق قلب ولسان میں موافقت ہو جائے ۔ بلا شبہ نیّتِ خیر اور اخلاص عبادات کی رُوح ہیں کہ بغیر ان کے عبادات ایسی ہیں جیسے کاغذ کے پھول یا بے جان لاشہ ۔

حدیث ۲ انہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور ﷺ نے

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ ۔ (بخاری ومسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۱)

اسلام پانچ ستونوں پر قائم ہے ۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمّد ﷺ اللہ کے بندے اور رسُول ہیں اور نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا ۔

اس حدیث سے ثابت ہُوا کہ اسلام کی عظیم الشان عمارت کے پانچ ستون ہیں ۔ اگر کوئی ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے گا یا اس کو قائم نہ رکھے گا ۔ اس کا اسلام منہدم ہو جائے گا کیونکہ ستون کے گرنے سے عمارت گر جاتی ہے ۔ اسی لیے حضور ﷺ کا فرمان ہے :

Marfat.com

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ هَدَمَ الدِّیْنَ ۔

جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے دین کی عمارت کو گرا دیا ۔

اذان کے ساتھ درود وسلام

حدیث ۳ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِی الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ ۔ (مسلم شریف صفحہ ۱۶۶/۱)

کہ جب تم مؤذّن کو سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جس طرح وہ کہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو کہ وہ جنّت میں ایک منزل ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی بندے کے لائق ہے اور مجھے اُمید ہے کہ وہ میں ہی ہوں، تو جو میرے لیے وسیلہ مانگے اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی۔

اس حدیث سے ثابت ہُوا کہ مؤذّن سے اذان کے کلمات سُن کر سامعین کو بھی وُہی کلمات کہنے چاہئیں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں بھی یہی کہے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ان کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی کہے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ نیز یہ بھی ثابت ہُوا کہ اذان کے بعد، اذان کی دُعا سے پہلے درود شریف پڑھنا حضور ﷺ کا حکم اور سنّت ہے کیونکہ پہلے درود شریف پڑھنے کا حکم دیا اور بعد میں دُعا کا حکم دیا، جس میں حضور ﷺ کے لیے وسیلہ طلب کیا جاتا ہے۔

حدیث ۴ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

کل کلام لا یذکر اللہ فیہ

ہر کلامِ خیر جس کے شروع میں اللہ تعالےٰ کا

Marfat.com

فيبدأ به و بالصلوٰة على فهو اقطع ممحوق من كل بركة۔ | ذکر اور مجھ پر دُرود نہ ہو، وہ ناقص اور ہر برکت سے خالی ہے۔

(جلاء الافہام صفحہ ۳۶۵)

بلا شبہ اذان بھی کلامِ خیر ہے تو اس سے پہلے دُرود شریف پڑھنا خود حضور ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہُوا اور یہ بھی ثابت ہُوا کہ یہ باعثِ خیر و برکت ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے اپنی مشہور کتاب "جلاء الافہام" میں باب باندھا ہے کہ کن کن مواقع میں خاص طور پر دُرود و سلام بھیجنا چاہیئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ الموطن السادس من مواطن الصّلوٰة على النّبی ﷺ بعد اجابته المؤذن و عند الاقامة صفحہ ۳۰۸ یعنی حضور ﷺ پر دُرود شریف بھیجنے کے مواقع میں چھٹا موقع ہے مؤذن کی اذان سننے کے بعد اور اقامت (تکبیر جماعت) سے پہلے۔

علامہ امام حافظ سخاویؒ نے اپنی مشہور کتاب "القول البدیع" میں بھی باب باندھا ہے (الباب الخامس فی الصلوٰة علیه فی اوقات مخصوصة) (پانچواں باب حضور ﷺ پر اوقاتِ مخصوصہ میں دُرود شریف بھیجنے میں) اس میں فرماتے ہیں۔ وبعد اجابته المؤذن ۔ مؤذن کی اذان سننے کے بعد۔ وفی الصّلوٰة وعقبها و عند اقامتها۔ اور نماز کے اندر اور نماز کے بعد اور اس کے قائم ہونے کے وقت۔

اور یہی علامہ امام حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں: پانچ وقتہ نمازوں کی اذان کے ساتھ۔ فجر جُمعہ اور مغرب کی اذان سے پہلے اور ظہر و عصر اور عشاء کی اذان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہے کہ:

هل هو مستحب او مكروه او بدعة او مشروع واستدل للاول بقوله تعالیٰ "وافعلوا الخير" ومعلوم ان الصّلوٰة والسّلام من اجل القرب لا سيما وقد تواردت الاخبار على الحث على ذلك مع ماجاء فى فضل الدعاء عقب الاذان والثلث الاخير من الليل وقرب الفجر والصواب انه بدعة حسنة يؤجر فاعله بحسنِ نيته۔ (القول البدیع صفحہ ۱۹۳)

Marfat.com

(کیا یہ مستحب ہے یا مکروہ ہے یا بدعت ہے یا مشروع ہے؟ مستحب کہنے والوں کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ بھلائی کرو اور یہ تو (سب کو) معلوم ہے کہ بے شک (حضور صلی اللہ علیہ وسلّم پر) صلوٰۃ و سلام پڑھنا (بھلائی اور) بلاشبہ قربِ الٰہی کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور بے شک درود و سلام کی ترغیب میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو دُعا کی فصل میں آئی ہیں اور اذان کے بعد اور رات کے آخری حصّہ میں اور قربِ فجر میں اور حق یہی ہے کہ یہ بدعتِ حسنہ ہے اور اس کے کرنے والا اپنی نیّت کے حسن و اچھا ہونے کی وجہ سے اجر و ثواب پائے گا۔ ☆

افسوس آج کل بعض لوگ اذان کے بعد اور پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنے سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بدعت ہے حالانکہ حدیثِ مذکور میں اس کا حکم ہے اور اکثر بلادِ عرب میں اذان کے بعد اور پہلے صلوٰۃ و سلام یعنی "الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسُول اللّٰہ" پڑھا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس بندہ نے خود عراق۔ شام۔ لبنان اور اُردن وغیرہ میں سُنا اور اپنی کتاب "راہِ عقیدت" میں لکھا۔ اسی طرح مکّہ مکرمہ اور مدینہ طیبّہ میں بھی حکومتِ نجدیہ کے آنے سے پہلے پڑھا جاتا تھا۔

قطبِ ربّانی حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ رحمۃ الرّبانی فرماتے ہیں:

کانَ فِیْ اَیَّامِ الرَّوَافِضِ بِمِصْرَ شَرَعُوْا التَّسْلِیْمَ عَلَی الْخَلِیْفَۃِ وَوُزَرَائِہٖ بَعْدَ الْاَذَانِ اِلٰی اَنْ تُوُفِّیَ الْحَاکِمُ بِاَمْرِ اللّٰہِ وَوَلَّوْا اُخْتَہٗ فَسَلَّمُوْا عَلَیْھَا وَعَلٰی وُزَرَائِھَا مِنَ النِّسَاءِ فَلَمَّا تَوَلّیَ الْمَلِکُ الْعَادِلُ صَلَاحُ الدِّیْنِ بْنِ اَیُّوْب فَاَبْطَلَ ھٰذِہِ الْبِدَعَ وَاَمَرَ الْمُؤَذِّنِیْنَ بِالصَّلَاۃِ وَالتَّسْلِیْمِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَدَلَ تِلْکَ الْبِدْعَۃِ وَاَمَرَ بِھَا اَھْلُ

کہ روافض کے ایامِ حکومت میں مصر میں اذان کے بعد خلیفۂ وقت اور اس کے وزراء پر سلام پڑھنا قانوناً لازم کردیا گیا۔ حاکم بامر اللّٰہ کی وفات کے بعد جب اس کی بہن تختِ حکومت پر بیٹھی تو اس پر اور اس کی وزراء عورتوں پر بھی سلام پڑھا جاتا تھا۔ پس جب سُلطانِ عادل صلاح الدّین ایوبیؒ تختِ حکومت پر بیٹھے تو انہوں نے اس بدعت کو مٹایا اور اس کے بدلے میں تمام شہروں اور دیہات کے مؤذنوں کو حکم دیا کہ اذان کے بعد رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم پر

☆ مزید تفصیل کیلئے اس خادم اہلِ سنت کا رسالہ "اذان اور درود شریف" ملاحظہ فرمائیں۔ کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہٗ

Marfat.com

الْاَنْصَارَ وَالْقُرْبٰی فَجَزَاءَ ہُ اللّٰہُ خَيْرًا۔ صلوٰۃ وسلام پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزائے خیر دے۔

(کشف الغمہ صفحہ ۹۸)

وُضو

حدیث ۵ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ (ترمذی - ابن ماجہ - ابوداؤد - مشکوٰۃ صفحہ ۲۶)

اس کا وضو (کامل) نہیں جس نے اس پر اللہ کا نام نہ لیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وضو سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیئے۔ عام علمائے کرام کے نزدیک یہ سنّت مستحبہ ہے اور یہ نفی نفیٔ ذات نہیں بلکہ نفیٔ کمال ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اُس کا وضو کامل نہیں ہوتا جو وضو سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے۔ لہٰذا بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیئے تاکہ وضو کامل ہو جائے۔ چنانچہ

حدیث ۶ حضرت ابوہریرہ، ابن مسعود اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَوَضَّاَ وَذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يُطَهِّرُ جَسَدَهٗ كُلَّهٗ وَمَنْ تَوَضَّاَ وَلَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ لَمْ يُطَهِّرْ اِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوْءِ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷)

کہ جو وضو کرے اور اللہ کا نام لے تو وُہ وضو اس کے سارے جسم کو پاک کر دیتا ہے اور جو وضو کرے اور اللہ کا نام نہ لے تو وُہ وضو صرف اعضائے وضو کو پاک کرتا ہے۔

حدیث ۷ حضرت ابوحیّہ (عمرو بن نصر تابعی) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَاَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّاَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلٰثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلٰثًا وَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا وَذِرَاعَيْهِ ثَلٰثًا وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَاَخَذَ فَضْلَ

میں نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو دیکھا۔ آپ نے وضو کیا تو (پہلے) اپنے دونوں ہاتھ دھوئے یہاں تک کہ ان کو خوب صاف کیا۔ پھر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور تین بار اپنا منہ دھویا اور تین بار اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھوئے اور ایک

Marfat.com

طُهُوْرِہٖ فَشَرِبَہٗ وَھُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اَحْبَبْتُ اَنْ اُرِیَکُمْ کَیْفَ کَانَ طُهُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم (ترمذی۔ نسائی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۶)

بار اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر کھڑے ہوئے اور وضو کا بچا ہُوا پانی کھڑے کھڑے پیا۔ پھر فرمایا میں نے چاہا کہ میں تمہیں دکھاؤں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کیسا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وضو کے بعد دو رکعتیں پڑھے کہ ان میں اپنے دل سے کچھ باتیں نہ کرے یعنی حضورِ قلبی سے پڑھے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹)

ان حدیثوں سے ثابت ہُوا کہ وضو کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اعضائے وضو تین تین بار اچھی طرح دھوئے جائیں اور سر کا مسح ایک بار کیا جائے اور وضو کے بعد وضو کا بچا ہُوا پانی پیے جب کہ روزہ نہ ہو اور دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھے جب کہ وقت مکروہ نہ ہو جیسے طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک اور عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک اور جب کہ نصف النّہار ہو۔ بعض روایات میں ایک ایک اور دو دو بار اعضاء کا دھونا بھی آیا ہے ☆

طریقۂ وضو پہلے طہارت کی نیّت کرے پھر بسم اللہ پڑھے۔ کلّی کرتے وقت مسواک کرے۔ مُنہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرے۔ سر کا مسح کرتے وقت کانوں اور گردن کا مسح کرے۔ دورانِ وُضو دُنیا کی باتیں نہ کرے اور سارے اعضاء اچھی طرح پورے پورے دھوئے کہ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہے اور وضو کے بعد کلمۂ شہادت پڑھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔

اور بہتر یہ ہے کہ دونوں پڑھ لیا کرے انشاءاللہ ان کی برکت سے ظاہری طہارت کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت بھی نصیب ہوگی۔

حدیث ۸ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ یَّتَوَضَّاءُ فَیَبْلُغُ

تم میں سے جو بھی وضو کرے اور اس کی اچھائی میں

☆ یہ بیان جواز کے لیے ہے کہ اگر کوئی عذر ہو یا پانی کم ہو تو ایک ایک یا دو دو بار دھونے سے بھی وضو ہو جاتا ہے لیکن اگر پانی کافی ہو تو تین بار دھونا سُنّت اور افضل ہے۔

Marfat.com

اَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ۔

(مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۳۹)

مبالغہ کرے، پھر کہے:
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ تو اس کے لیے جنّت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے جس سے چاہے داخل ہو۔

فضیلتِ نماز

حدیث ۹ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالُوْا لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ يَمْحُ اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۵۷)

بھلا بتاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ روزانہ پانچ مرتبہ اس میں نہائے تو کیا (اس کے جسم پر) کچھ میل رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کچھ بھی میل نہیں رہے گا؟ فرمایا، یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے کہ اللہ ان کی وجہ سے خطائیں مٹا دیتا ہے یعنی جس طرح روزانہ پانچ مرتبہ نہانے والے کے بدن پر میل نہیں رہتا اسی طرح پانچ وقت نماز پڑھنے والے کا کوئی گناہ نہیں رہتا۔

حدیث ۱۰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

ای الاعمال احب الی اللہ قال الصلوۃ لوقتھا قلت ثم ای قال برالوالدین قلت ثم ای قال الجھاد فی سبیل اللہ

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ)

اللہ کے نزدیک اعمال میں سے کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا وقت پر نماز (ادا کرنا) میں نے عرض کی پھر کون سا؟ فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے عرض کی پھر کون سا؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

Marfat.com

حدیث ۱۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اوّل ما یحاسب به العبد یوم القیٰمة الصّلوٰة فان صلحت صلح سائر عمله وان فسدت فسد سائر عمله۔ (طبرانی اوسط)

سب سے پہلے قیامت کے دن بندہ سے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر یہ درست ہوئی تو باقی اعمال بھی ٹھیک رہیں گے اور اگر یہ بگڑی تو سبھی بگڑیں گے۔

حدیث ۱۲ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل وحبیب حضور ﷺ نے مجھے سات نصیحتیں فرمائیں جن میں سے چار یہ ہیں:

فقال لا تشرکوا بالله شیئا وان قطعتم اوحرقتم اوصلبتم ولا تترکوا الصّلوٰة متعمدین فمن ترکها متعمدا فقد خرج من الملة ولا ترکبوا المعصیة فانها سخط الله ولا تشربوا الخمر فانها رأس الخطایا کلها۔

(طبرانی کذافی الترغیب درمنثور ومشکوٰة)

فرمایا: کسی چیز کو بھی اللہ کا شریک نہ بناؤ اگرچہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں۔ یا تمہیں جلا دیا جائے یا تمہیں سولی پر چڑھا دیا جائے اور جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑو، جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دیتا ہے بے شک وہ دین سے خارج ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور شراب نہ پیو کیونکہ وہ ساری خطاؤں کی جڑ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے گھر میں طہارت (وضو وغسل) کر کے فرض ادا کرنے کے لیے مسجد کو جاتا ہے تو:

کانت خطواته احدهما تحط خطیئة والاخریٰ ترفع درجة۔

اس کے ایک قدم پر ایک گناہ مٹ جاتا ہے اور دوسرے قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

(مسلم شریف صفحہ ۲۳۵/۱)

حدیث ۱۳ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ

جماعت سے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے

Marfat.com

اَلْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔ — ستائیس درجہ افضل ہے۔

(بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ صفحہ ۹۵)

بے ادب کی اقتدار

حدیث ۱۴ حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِی الْقِبْلَۃِ وَرَسُوْلُ اللہِ ﷺ یَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ لِقَوْمِہٖ حِیْنَ فَرَغَ لَا یُصَلِّیْ لَکُمْ فَارَادَ بَعْدَ ذٰلِکَ اَنْ یُّصَلِّیَ لَھُمْ فَمَنَعُوْہُ فَاَخْبَرُوْہُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللہِ ﷺ فَقَالَ نَعَمْ وَحَسِبْتُ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّکَ قَدْ اٰذَیْتَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ۔

(ابو داؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۷۱)

کہ ایک شخص ایک قوم کا امام تھا تو اس نے قبلہ کی طرف تھوکا اور حضور ﷺ دیکھ رہے تھے تو آپ نے فارغ ہو کر اس قوم سے کہا کہ یہ شخص آئندہ تمہیں نماز نہ پڑھائے پس اس کے بعد جب اس نے لوگوں کو نماز پڑھانا چاہی تو لوگوں نے اس کو روک دیا اور حضور ﷺ کے ارشاد کی اس کو خبر دی (کہ آئندہ اس کو امام نہ بنانا) تو اس نے حضور ﷺ سے یہ ذکر کیا (کہ آپ نے لوگوں کو میرے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! راوی فرماتے ہیں کہ مجھے گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے (قبلہ کی سمت تھوک کر) بے شک اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی۔

اس حدیث میں چند باتیں نہایت ہی قابلِ غور ہیں۔

۱۔ یہ کہ وہ امام صحابیٔ رسول تھے۔

۲۔ اور ظاہر ہے کہ انہوں نے قصداً و عمداً بیت اللہ شریف کی بے ادبی یا حضور ﷺ کی نافرمانی کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ یہ فعل ان سے سہواً ہوا یا ان کو معلوم نہیں تھا کہ بیت اللہ شریف کی طرف تھوکنا ممنوع ہے۔

۳۔ تو جب صحابیٔ رسول سے کہ کوئی غوث، قطب، ابدال بھی اُن کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا، سہواً کعبۃ اللہ کی بے ادبی ہوئی وہ بھی معمولی اور اس وجہ سے وہ امامت کے لائق

Marfat.com

نہ رہے تو جو کعبے کے کعبہ حضور پُر نور ﷺ کی بے ادبی اور توہین کریں وہ امامت کے لائق کیسے ہو سکتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی عالم و فاضل وغیرہ بنے ہُوئے ہوں۔

۴۔ ثابت ہُوا کہ فاسق، گستاخ اور بے ادب کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ☆

۵۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ صَلُّوْا خَلْفَ کُلِّ بَرٍّ وَّ فَاجِرٍ کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو۔) کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کو زبردستی امام بنا دیا گیا ہو یا وُہ بن گیا ہو اور لوگ اس کو ہٹانے پر قادر نہ ہوں۔

۶ نیز یہاں فسق و فجور سے مُراد عملی فسق و فجور ہے اعتقادی نہیں لہٰذا مطلب یہ ہے کہ فاسق فی العقیدہ نہیں بلکہ جو عملی طور پر فاسق و فاجر ہو اس کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ (اور بعد میں اس کا اعادہ کر لو)

۷۔ بیت اللہ۔ انبیاء اللہ اور اولیاء اللہ کی بے ادبی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیّت کا باعث ہے۔

۸۔ ظاہر ہے کہ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے امامت سے روکے جانے کی وجہ جان کر اپنے فعل سے ضرور توبہ کر لی ہوگی اور دوبارہ امام بنا دیے گئے ہوں گے (واللہ اعلم)

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا

حدیث ۱۵ حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔

اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَجِلْتَ اَیُّهَا الْمُصَلِّیْ اِذَا صَلَّیْتَ فَقَعَدْتَّ فَاحْمِدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُهُ قَالَ	کہ ایک آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھی اور کہا اے اللہ مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اے نمازی تو نے جلدی کی۔ جب تو نماز پڑھ لے پھر بیٹھے تو اللہ کی حمد و ثنا کر جو اس کی شان کے لائق ہو اور مجھ پر درُود

☆ مزید تفصیل کے لیے اس خادم اہلِ سنت کا رسالہ "مسئلہ امامت" ملاحظہ فرمائیں۔ کوکب نورانی اوکاڑوی عفرلہٗ

Marfat.com

ثُمَّ صَلّٰی رَجُلٌ اٰخَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ اَیُّهَا الْمُصَلِّیْ اُدْعُ تُجَبْ۔

(ترمذی، ابوداؤد۔ نسائی، مشکوٰۃ صفحہ ۸۶)

بھیج، پھر اللہ سے دُعا کر۔ راوی فرماتے ہیں اس کے بعد ایک دُوسرے شخص نے نماز پڑھی تو اس نے اللہ کی حمد کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اے نمازی (اب) دُعا مانگ قبول ہوگی۔

حدیث ۱۶ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ:

کُنْتُ اُصَلِّیْ وَالنَّبِیُّ ﷺ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ مَعَهٗ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَءْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی ثُمَّ الصَّلٰوةِ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ سَلْ تُعْطَهْ سَلْ تُعْطَهْ۔

(ترمذی۔ مشکوٰۃ صفحہ ۸۷)

میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آپ کے ساتھ تھے۔ پس جب میں بیٹھا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دُرود پڑھا پھر میں نے اپنے لیے دُعا کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگ دے تجھے دیا جائے گا، مانگ دے تجھے دیا جائے گا۔

حدیث ۱۷ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ

کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من صلوٰۃ یقول بصوته الاعلیٰ لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیءٍ قدیر۔ الخ (مسلم شریف مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے۔ لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیءٍ قدیر۔ الخ

حدیث ۱۸ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ:

ان النبی ﷺ کان یقول فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبة لا اله الا الله وحده لا شریك له الحدیث۔

(بخاری ومسلم۔ مشکوٰۃ)

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد فرماتے تھے۔ لا اله الا الله وحده لا شریك له۔ الخ

Marfat.com

حدیث ۱۹ حضرت عبداللہ بن عباس رضی عنہما فرماتے ہیں :

ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عھد النبی ﷺ (مسلم شریف صفحہ ۲۱۷/۱)

بلاشبہ فرض نماز سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکرِ الٰہی کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مروج تھا۔

حدیث ۲۰ انہی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ :

ماکنا نعرف انقضاء صلوٰة رسول اللہ ﷺ الا بالتکبیر۔ (مسلم شریف صفحہ ۲۱۷/۱)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (باجماعت) کا ختم ہونا (صحابۂ کرام کے بلند آواز سے) اللہ اکبر کہنے ہی سے معلوم کرتے تھے۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نماز کے بعد دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور ذکر کرنا اور حضور پُر نور ﷺ پر درود شریف پڑھنا جائز اور ضروری ہے اور دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے آج کل بعض لوگ اس مبارک عمل سے طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر روکتے ہیں اور لوگوں کو بے شمار رحمتوں اور برکتوں کے حصول سے محروم رکھتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں کے دھوکے میں نہ آئیں بلکہ ان حدیثوں پر عمل کرتے ہوئے نماز کے بعد دعا سے پہلے ذکرِ الٰہی اور درود شریف ضرور پڑھا کریں۔

ہاتھ کہاں تک اٹھائے ؟

حدیث ۲۱ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ

اِذَا کَبَّرَ لِاِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی یَکُوْنَ اِبْهَامَاهُ قَرِیْبًا مِنْ شَحْمَةِ اُذُنَیْهِ۔ (طحاوی شریف)

جب نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب پہنچ جاتے۔

حدیث ۲۲ حضرت مالک بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ اِذَا کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیْ بِهِمَا اُذُنَیْهِ

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے

Marfat.com

(مسلم شریف صفحہ ۱۶۸) برابر تک اُٹھاتے ۔

اِن دونوں حدیثوں سے ثابت ہُوا کہ نماز شروع کرتے وقت اَپنے دونوں ہاتھوں کو اَپنے کانوں کے برابر تک اٹھانا سُنّت ہے ۔ (ف) ہاتھوں کو اس طرح اُٹھائے کہ ہتھیلیاں قبلہ رُو ہوں ۔

ہاتھ کہاں باندھے؟

جہاں تک اِس بات کا تعلق ہے کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا جائے اِس بارے میں بہت سی احادیث وآثار صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے وارد ہُوئے جو حدِ شہرت یا تواتِر معنوی تک پہنچتے ہیں۔ رہا یہ امر کہ ہاتھ باندھے کہاں جائیں؟ اس میں معمولی سا اِختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں سینہ کے اوپر۔ بعض فرماتے ہیں ناف کے اوپر اور بعض فرماتے ہیں ناف کے نیچے ؛ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے :

عند اھل العلم من اصحاب رسول اللہ ﷺ والتابعین و من بعد ھم یرون ان یضع الرجل یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ ورای بعضھم ان یضعھما فوق السرۃ ورای بعضھم ان یضعھما تحت السرۃ وکل ذلک واسع عند ھم ۔	اہل علم اصحابِ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور تابعین اور جو اُن کے بعد ہیں، کے نزدیک یہ ہے کہ آدمی اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے نماز میں اور ان میں بعض کو دیکھا کہ ہاتھ ناف کے اوپر رکھتے ہیں اور بعض کو دیکھا کہ ناف کے نیچے رکھتے ہیں اور یہ سب ان کے نزدیک جائز ہے۔

اِس سے ثابت ہُوا کہ اہلِ علم صحابہ و تابعین کے عمل میں صِرف اتنا فرق تھا کہ بعض ناف کے اوپر اور بعض ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔ یہ جو آج کل کچھ لوگوں میں رواج ہے کہ ٹانگیں چوڑی کر کے پہلوانوں کی طرح اکڑ کر سینے اور گردن کے درمیان ہاتھ باندھ کر ایک عجیب سی شکل بنا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ نامعلوم یہ کس کی سُنّت ہے ۔ اہلِ علم صحابہ و تابعین کا عمل تو اوپر بیان ہُوا ہے۔

Marfat.com

اور یہ اہل حدیث کہلانے والے پہلوان اپنے اس عمل کی تائید میں جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سورۂ کوثر میں فرماتا ہے : فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (اپنے ربّ کے لیے نماز پڑھ اور نحر کر) اور کہتے ہیں کہ وَانْحَرْ سے مراد ہے "رکھنا دونوں ہاتھوں کا نزدیک نحر یعنی ذبح کرنے کی جگہ کے" اور یہ بالکل ضعیف بلکہ غلط ہے۔ اِس حکمِ الٰہی کا اصل اور صحیح مطلب یہ ہے کہ اے حبیب "اپنے ربّ کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے"۔ جیسا کہ قرآن کریم کے دوسرے مقام پر اس کی تائید اور وضاحت ہے۔ وہاں بھی نماز کے ساتھ قربانی کا ذکر ہے۔ فرمایا : قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ۔ (میرے حبیب! آپ کہو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری حیات و ممات، اللہ ربّ العٰلمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں) چنانچہ علامہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں چند اقوال پیش کرنے کے بعد فرمایا :

وکل ھذہ الاقوال غریبۃ جدا والصحیح القول الاول ان المراد بالنحر ذبح المناسك (اور یہ سب اقوال سخت غیر مانوس، بعید از فہم ہیں اور صحیح وہی پہلا قول ہے کہ نحر سے مُراد قربانیوں کو ذبح کرنا ہے۔)

بلا شبہ یہی درست ہے اس لیے کہ مشرکینِ عرب اپنے خود ساختہ معبود یعنی بتوں کے لیے نماز پڑھتے اور قربانی کرتے تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم یہ کام خالص اللہ واحد کے لیے کرو۔ اسی طرح سینے پر ہاتھ باندھنے کی دوسری روایتیں بھی ضعیف ہیں تفصیلی بحث کے لیے "ستہ ضروریہ" مصنفہ مولوی محمّد حسن صاحب فیض پوری یا "کتاب الدّرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ" مصنفہ حضرت علامہ وصی احمد صاحب محدث سورتی ملاحظہ فرمایئے۔

کس قدر افسوس ہے کہ غیر مقلّدین اپنے غلط مذہب کو صحیح ثابت کرنے کے لیے غلط، ضعیف اور منسوخ روایتوں کو پیش کرکے عوام کو حنفی مذہب سے جو صحیح معنوں میں کتاب و سُنّت کا ترجمان مذہب ہے، بدظن کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور لوگوں سے اپنی تقلید کرواتے ہیں اور امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہٗ کی تقلید کو شرک و بدعت کہتے ہیں۔

Marfat.com

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی چند احادیث

حدیث ۲۳ عالمِ ربانی امام محمد بن الحسن الشیبانی، حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ سے، وہ حضرت حماد سے وہ حضرت ابراہیم نخعی (رضی اللہ عنہم) سے روایت فرماتے ہیں کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَعْتَمِدُ بِاِحْدٰی یَدَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ یَتَوَاضَعُ لِلّٰہِ تَعَالٰی قَالَ مُحَمَّدٌ وَیَضَعُ بَطْنَ کَفَّۃِ الْاَیْمَنِ عَلٰی رُسْغِہِ الْاَیْسَرِ تَحْتَ السُّرَّۃِ فیکون الرسغ فی وسط الکف۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو پکڑتے تھے۔ نماز میں اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی وانکساری کرتے ہوئے امام محمدؒ نے فرمایا اور رکھے نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے پہونچے پر ناف کے نیچے۔ پس ہو گا بایاں پہونچا بیچ دائیں ہتھیلی کے

(کتاب الآثار صفحہ ۴۳)

حدیث ۲۴ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ

کان یضع یدہ الیمنیٰ علیٰ یدہ الیسریٰ تحت السرہ قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ

ہمیشہ اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے ناف کے نیچے۔ امام محمدؒ نے فرمایا: اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا۔

(کتاب الآثار)

اہلِ انصاف غور فرمائیں کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے ہاتھ باندھنے کی حدیث روایت ہے جو اس حدیث کے اوپر مذکور ہے اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ امام ابراہیمؒ خود ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی سُنّت کے خلاف کرتے ہوں؟ ہرگز نہیں! تو ماننا پڑے گا کہ اُن کے نزدیک یہی صحیح ثابت ہوا تھا جس پر خود ان کا عمل تھا۔ (ف) یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے۔ مگر ائمۂ اہلِ حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ ابراہیم نخعیؒ اور سعید بن مسیبؒ کی مراسیل متصل صحاح ہوتی ہیں۔

علامہ ابوالمحاسن محدث شارح ترمذی اپنی کتاب "فوز الکرام" میں اس حدیث کو

Marfat.com

نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں هٰذَا سَنَدٌ جَیِّدٌ یعنی سند اس حدیث کی جید (درست اور صحیح) ہے اور اس میں شک بھی کیا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ قطعی تابعی ہیں اور امام بُخاریؒ اور امام مُسلمؒ تو اُن کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ وہ اس حدیث کے راوی ہیں اور وُہ روایت کرتے ہیں حضرت حمادؓ سے اور وہ حضرت ابراہیمؓ سے تو اس سند کے جیّد ہونے اور اس کی صحت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

حدیث ۲۵ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے جو امام بُخاری اور امام مسلمؒ کے استاد ہیں اپنی "مصنّف" میں صحیح سند کے ساتھ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کی ہے وُہ فرماتے ہیں کہ:

رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَضَعَ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھا۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ محدّث محمّد ابوالطیب مدنی نے شرحِ ترمذی میں لکھا ہے: ثم اطلعنا علی حدیث صحیح بحمد اللہ وھو سند المذھب و مؤید لحدیث علی رضی اللہ عنہ (یعنی پھر ہم نے اطلاع پائی حدیثِ صحیح پر شکر ہے اللہ تعالیٰ کا اور یہ حدیث سند ہے مذہب کی اور حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مؤید ہے۔

انھی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی "مصنف" میں حجاج بن حسّان سے روایت کی ہے وُہ فرماتے ہیں: سمعت ابا مجلز او سالتہ قلت کیف یضع قال یضع باطن کف یمینہ علی ظاھر کف شمالہ و یجعلھما اسفل من السّرۃ (مصنف ابن ابی شیبہ) کہ مَیں نے (حضرت) ابومجلز سے سُنا یا مَیں نے اُن سے پوچھا کہ نمازی کس طرح ہاتھ باندھے؟ انھوں نے فرمایا "اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے۔

فوز الکرام میں اس حدیث کو نقل کرکے فرمایا: وھٰذا سَنَدٌ جَیِّدٌ اور یہ سند

Marfat.com

جیّد ہے۔

حدیث ۲۶ حضرت ابوحجیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

اِنَّ مِنَ السُّنَّۃِ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔

بے شک نماز میں ہتھیلی کے اوپر ہتھیلی رکھ کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سُنّت ہے۔

(ابوداؤد شریف صفحہ ۱۱۰/۱، بیہقی شریف صفحہ ۳۱/۲، مسند احمد صفحہ ۸۷۶/۲، دارقطنی صفحہ ۲۸۶/۱)

حدیث ۲۷ حضرت نعمان بن سعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں:

انہ کان یقول ان من سنۃ الصّلوٰۃ وضع الیمین علی الشمال تحت السرّۃ۔ (دارقطنی صفحہ ۲۸۶/۱)

کہ بے شک وہ (حضرت علیؓ) فرماتے تھے کہ بے شک نماز کی سُنّت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔

اور شیخ الاسلام علامّہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

روی ابن حزم من حدیث أنس من اخلاق النّبوۃ و ضع الیمین علی الشمال تحت السرۃ و ھذا یعضد حدیث علی رضی اللہ عنہ (عمدۃ القاری)

یعنی ابن حزم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ نبوّت کے اخلاق میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے۔

حدیث ۲۸ حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَخْذُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔ (ابوداؤد شریف صفحہ ۱۱۰/۱)

ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھ کر نماز میں ناف کے نیچے رکھے۔ ★

★ : کراچی کے وہابیوں نے جو ابوداؤد شریف باترجمہ شائع کی ہے اس میں سے ان دونوں حدیثوں کو انہوں نے نکال دیا ہے۔ حالانکہ مصر کی مطبوعہ کتاب میں موجود ہیں۔

Marfat.com

اِن حدیثوں سے ثابت ہُوا کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے سُنّت ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت موقوف ہے یعنی ان کا قول ہے اس سے سنّتِ نبوی ثابت نہیں ہوتی تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی اس اُصول کو جانتا ہے کہ جب کوئی صحابی بلا اضافت مطلقاً یوں کہے اَلسُّنَّۃُ کذا یا اِنَّ مِنَ السُّنَّۃِ تو اس سے مُراد سُنّتِ نبوی ﷺ ہی ہوتی ہے اور وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے تحت علّامہ امام بدرالدین عینی شارح صحیح بُخاری اور امام ابوجعفر طحاوی اور محدث محمّد ہاشم سندھی وغیرہم ناقدینِ حدیث فرماتے ہیں۔ ان قول علی رضی اللہ عنہ ان من السنۃ ھذا الفظ ید خل فی المرفوع عند ھم وقال عبدالبر ان الصحابی اذا اطلق اسم السنّۃ فالمراد بہ سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ان من السنّۃ یہ لفظ محدثین کے نزدیک مرفوع میں داخل ہے علامہ عبدالبر نے فرمایا کہ تحقیق جب صحابی اسم سنّت کو مطلقاً بولے اس سے مراد سنّتِ نبوی ہوتی ہے)

امام ملّا علی قاری کشف المغطی فی شرح الموطا میں فرماتے ہیں۔ الصحابی اِذا قَالَ السُّنَّۃُ یُحمل علیٰ سُنَّۃَ النَّبِیِّ ﷺ کہ جب صحابی یہ کہے سنّت ہے تو اس سے مُراد سُنّتِ نبوی ﷺ ہوتی ہے۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔ اذا قال الصحابی امرنا بکذا او نھینا من کذا او من السنۃ کذا فکلہ مرفوع علی المذھب الصحیح الذی قالہ الجماھیر من اصحاب الفنون۔ (یعنی جب صحابی کہے امرنا بکذا یا نھینا عن کذا یا من السنۃ کذا پس یہ سب صحیح مذہب میں حدیث مرفوع کے حکم میں ہیں۔ فنِ حدیث کے تمام اصحاب اس کے قائل ہیں) اسی طرح دوسرے صحابہ کے ارشادات، اگرچہ حدیث موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے۔ کما لا یخفی علی اھل العلم۔

Marfat.com

حدیث ۲۹ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَ اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرَ وَعُثْمَانَ کَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ الْقِرَاءَۃَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ اَبُوْ مُحَمَّد بِھٰذَا الْقَوْلِ وَلَا اَرٰی الْجَھْرَ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ (داری ۲۲۵/۱ ، ابوداؤد ۱۲۵/۱ موطا امام مالک صفحہ ۷۸/۱ ، مسلم شریف ۱۷۲/۱)

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہم) ہمیشہ قرات کو "الحمد للہ رب العلمین سے شروع فرماتے تھے۔ ابومحمدؒ کا بھی یہی قول ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو زور سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے نہیں دیکھا۔

اِس حدیث سے ثابت ہُوا کہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین ہمیشہ نماز میں قراتِ جہری کی ابتدا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے فرماتے تھے اور بسم اللہ شریف کو بلند آواز سے نہیں بلکہ سرّی طور پر پڑھتے تھے۔

فاتحہ خلف الامام

فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ سمجھنے سے پہلے قارئین حضرات اس بات کو ضرور پیشِ نظر رکھیں کہ پانچ وقتہ نماز معراج کی رات فرض ہوئی ہے اور معراج نبوّت کے بارہویں سال میں ہُوئی ہے اور ابتدائے اسلام سے جو نماز پڑھی جاتی تھی اس میں امام و مقتدی سب سورۃ فاتحہ و سورۃ دونوں کو پڑھتے تھے۔ پھر جب یہ آیت نازل ہُوئی۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور چُپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

تو اس سے مقتدی کی قراءت بالکل منسوخ ہو گئی اِس پر بہت سی احادیثِ صحیحہ و مرفوعہ و موقوفہ شاہد ہیں جن میں سے چند ہدیۂ قارئین ہیں :

امام نسائیؒ نے باب باندھا ہے " تاویل قولہ عزّ وجلّ واذا قری القران فاستمعوالہ وانصتولعلکم ترحمون " اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی :

Marfat.com

حدیث ۳۱

عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قراء فانصتوا۔

(نسائی شریف)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام بنایا ہی اسی لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے تو جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم چپ رہو۔

حدیث ۳۲ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا یعنی فی الصلوٰۃ المفروضہ

(درمنثور صفحہ ۱۵۵/۳ ابن کثیر)

جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور چپ رہو یعنی فرض نماز میں۔

حدیث ۳۳ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا ہر قرآن سننے والے پر سننا اور چپ رہنا واجب ہے؟

قال له! قال انما نزلت هذه الاية واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا فی قراءة الامام فاستمع له وانصت۔

(درمنثور صفحہ ۱۵۶/۳)

فرمایا نہیں! کیونکہ یہ آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہٗ وانصتوا قرأتِ امام کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے کہ جب امام پڑھے تو اس کو غور سے سنو اور چپ رہو۔

حدیث ۳۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

صلی النبی ﷺ فقراء خلفہٗ قوم فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ (درمنثور صفحہ ۱۵۵/۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو کچھ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت کی تو آیت نازل ہوئی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور چپ رہو۔

حدیث ۳۵ حضرت محمد بن کعب القرضی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ اذا قراء فی

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز میں

Marfat.com

الصلاۃ اجابہ من وراءہ اذاقال	قرائت پڑھی تو جو لوگ آپ کے پیچھے تھے انہوں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قالوا مثل ما	نے بھی آپ کی مثل پڑھنا شروع کیا۔ جب آپ
یقول حتی تنقضی فاتحۃ الکتاب	نے بسم اللہ الخ پڑھی تو انہوں نے بھی پڑھی اسی طرح
والسورۃ فلبث ماشاء اللہ ان یلبث	سورۂ فاتحہ اور سورۃ کو بھی آپ کی طرح پڑھا۔
ثم نزلت واذا قرئ القراٰن فاستمعوا	پس جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ (اس پر)
لہ وانصتوا۔	ٹھہرے یعنی عمل پیرا رہے پھر یہ آیت نازل ہوئی
(درمنثور صفحہ ۱۵۵/۳)	اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور
	خاموش رہو۔

حدیث ۳۶ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

انہ صلی باصحابہ فسمع ناسا	کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھی
یقرؤن خلفہ فلما انصرف قال	تو انھوں نے چند آدمیوں کو اپنے پیچھے پڑھتے سنا پھر
اما ان لکم ان تفھموا اما ان لکم	ان کی طرف منہ کرکے فرمایا کیا ابھی تمہارے سمجھنے کا وقت
ان تعقلوا واذا قرئ القراٰن فاستمعوا	نہیں آیا۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم عقل سے کام
لہ وانصتوا کما امرکم اللہ	لو؟ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور
(درمنثور صفحہ ۱۵۶/۳)	خاموش رہو جیسا کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

حدیث ۳۷ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے قرأت خلف الامام کے بارے میں فرمایا۔

انصت للقراٰن کما امرت فان فی الصلاۃ	قرآن کے لیے خاموش رہ جیسا کہ تجھے حکم دیا
شغلا وسیکفیک ذاک الامام	گیا ہے اور نماز میں شغل ہے یعنی قرارت ہے
(درمنثور صفحہ ۱۵۶/۳)	اور اس کے واسطے تجھے امام (کا پڑھنا) کافی ہے

حدیث ۳۸ حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ کان اذا صلی با	کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اپنے
صحابہ فقراء قراء اصحابہ خلفہ	اصحاب کو نماز پڑھائی تو آپ نے قرأت فرمائی۔ آپ
فنزلت ھذہ الاٰیۃ واذا قرئ القراٰن	کے پیچھے آپکے اصحاب نے بھی قرارت کی تو یہ

Marfat.com

فاستمعوا لهٗ وانصتوا فسکت القوم وقراء النبی ﷺ ۔
(در منثور صفحہ ۱۵۶/۳)

آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا لهٗ وانصتوا نازل ہوئی ۔ پھر لوگ خاموش رہتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرارت فرماتے تھے۔

حدیث ۳۹ اسی طرح زرقانی شرحِ موطا میں قاضی ابن عبد البر فرماتے ہیں۔

اجمعوا علی انه لم یرد به کل موضع یستمع فیه القرآن وانما اراد الصلوٰۃ ویشهد لهٗ قوله صلی اللہ علیهِ وسلّم فی الامام واذا قراء فانصتوا صححه ابن حنبل فاین المذهب عن السنة وظاهر القرآن ۔
(زرقانی شرح موطا صفحہ ۱۶۱/۱)

سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت سے ہر جگہ سُننا اور چُپ رہنا مراد نہیں بلکہ نماز میں سُننا اور چپ رہنا مراد ہے اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد گواہ ہے کہ جب امام پڑھے تو تم چُپ ہو جاؤ۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کو صحیح کیا ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت اور قرآن کے ظاہر حکم کے سوا بھی کوئی اور مذہب ہے جس کو اختیار کیا جائے۔

اسی طرح امام بغوی صاحبِ تفسیر معالم التنزیل نے بھی فیصلہ فرما دیا ہے۔ اِس آیت کی تفسیر کے شروع میں فرماتے ہیں : ذَهَبَ جَمَاعَةٌ اِلٰی اَنَّهَا فِی القرأۃ فی الصّلوٰۃ کہ مفسّرین کی ایک پوری جماعت نے اسی کو لیا ہے کہ یہ آیت قرارتِ نماز کے بارے میں ہے۔ اس کے بعد مخالفین کے اقوال نقل کر کے آخر میں یہ فیصلہ کر دیا۔ وَالْاَوّلُ اَوْلٰی وَهُوَ اَنَّهَا فِی الْقِرَاۃِ فی الصّلوٰۃ کہ وہی پہلی بات ہی بہتر اور دُرست ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ آیت قرارتِ نماز کے بارے میں ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ آیت قرارتِ نماز کے بارے میں ہے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرأتِ نماز کے وقت دو چیزوں کا حکم دیا ہے ایک غور سے سُننا اور دُوسرا چپ رہنا اور دونوں پر عمل ضروری ہے تو غور سے سُننا خاص ہے جہری نماز کے ساتھ اور چپ رہنا عموماً قرارت کے وقت واجب ہو گا۔ یعنی جہری نماز میں سُننا اور چپ رہنا دونوں پر عمل ہو گا اور سرّی نماز میں چونکہ سننا نہیں ہو سکتا لہٰذا دُوسرے حکم کہ

Marfat.com

"چپ رہو" پر عمل ہوگا۔ بہرصورت مقتدی کو امام کے پیچھے ہر نماز میں چپ رہنا چاہیئے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے کہ جب (نماز میں) قرآن پڑھا جائے تو تم لوگ سنو اور چپ رہو اور چونکہ امام سرّی اور جہری دونوں میں قرائتِ قرآن کرتا ہے تو لامحالہ مقتدیوں کو دونوں حالتوں میں چپ رہنا پڑے گا:

حدیث نمبر ۴۰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ کَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَهٗ قراءۃ۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۸۰/۱، دارقطنی صفحہ ۳۲۳/۱، طحاوی صفحہ ۱۲۸/۱، کنز العمال صفحہ ۱۳۲/۴، درمنثور صفحہ ۱۵۶/۳)

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرارت مقتدی کی قرائت ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرارت مقتدی کی قرائت ہے اور علامہ امام عینی نے شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے ان میں حضرت علی ابن عبد اللہ و ابن عمر و ابوسعید خدری و ابوہریرۃ و ابن عباس و انس بن مالک رضی اللہ عنہم ہیں اور اسّی صحابہ کرام نے امام کے پیچھے قرارت کرنے سے منع فرمایا ہے ان میں سے حضرت علی و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں اور عبد اللہ بن زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

کان عشرۃ من اصحاب رسول اللہ ﷺ ینھون عن القراءۃ خلف الامام اشد النھی ابوبکر الصدّیق وعمر الفاروق وعثمان بن عفان و علی بن ابی طالب وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھم۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس اصحاب قرارۃ خلف الامام سے نہایت شدّت سے منع فرماتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدّیق وعمر فاروق وعثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وعبد اللہ بن مسعود و زید بن ثابت وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

Marfat.com

پس اتفاق کرنا ایسے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا بمنزلہ اجماع کے ہوگیا۔ اسی کثرت کے اعتبار سے صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت میں سے کچھ نہ پڑھے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۳)

حدیث ۴۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ۔

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۶۱)

سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ امام بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے تو جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کہے تو تم آمین کہو۔

حدیث ۴۳ انہی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قراء فانصتوا۔

(نسائی شریف صفحہ ۱۴۶)

کہ امام بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے تو جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جب امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے تو جب امام تکبیر کہے تو مقتدی بھی کہے اور جب امام قرأت یعنی سورۂ فاتحہ شروع کرے تو مقتدی خاموش ہو جائے۔ اور جب امام سورۂ فاتحہ ختم کرے تو مقتدی صرف آمین کہے۔ واضح طور پر ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیئے۔

غیر مقلد: یہ حدیث ابو داؤد میں بھی آئی ہے اور امام ابو داؤد نے اس حدیث کو نقل کر کے یہ لکھا ہے واذا قراء فانصتوا یہ فقرہ ابو خالد کا وہم ہے اور ابو خالد مولائے جعدہ بن ہبیرہ مخدومی مجہول ہے طبقہ ثالثہ سے دیکھو تقریب۔

جواب: غیر مقلدین کو ایسی جرأت اور فریب دہی اور دروغ بے فروغ سے شرمانا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے کہ محض حنفیوں کی مخالفت کی بنا پر ایک دوسرے ابو خالد کو حدیث کا راوی ظاہر کر کے حدیث کو ضعیف اور مخدوش ثابت کرنے کی ناپاک سعی کرتے ہیں حالانکہ

Marfat.com

جو اس حدیث کے صحیح راوی ہیں وہ ابو خالد احمر ہیں (دیکھو نسائی شریف اخبرنا الجارود بن معاذ الترمذی قال حدثنا ابو خالد الاحمر اور ابن ماجہ میں ہے۔ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ثنا ابو خالد الاحمر الخ) اور ابو خالد احمر کا نام سلیمان بن حبان ہے اور یہ وہ ہیں جن سے بخاری و مسلم سند لیتے ہیں۔ چنانچہ امام حافظ منذری نے اپنی مختصر میں بجواب ابو داؤد لکھا ہے ولھذا فیہ نظر فان ابا خالد الاحمر ھذا ھو سلیمان بن حبان و ھو من الثقات الذی احتج بھم البخاری و مسلم (بنایہ مطبوعہ نولکشور صفحہ ١٧) یعنی ابو داؤد کے قول میں بحث ہے کیونکہ ابو خالد احمر یہ وہی سلیمان بن حبان ہے اور وہ ایسا ثقہ ہے کہ بخاری مسلم نے اس سے استدلال کیا ہے اور علامہ ماردینی نے جوہر النقی میں ابو خالد احمر کو ثقہ اور مستند ثابت کر کے لکھا ہے وبھذا یظھر ان الوھم لیس من ابی خالد کما زعم ابو داؤد۔ یعنی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ وہم ابو خالد سے نہیں ہے جیسا کہ ابو داؤد کو شبہ ہوا۔

علاوہ ازیں یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ ابو خالد کے علاوہ دوسرے ثقات سے بھی مروی ہے جیسا کہ نسائی شریف۔ ابن ماجہ شریف اور مسلم شریف میں ہے۔

حدیث ۴۴ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک جہری نماز سے فارغ ہو کر فرمایا:

هَلْ قَرَاَ مَعِیْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اٰنِفًا؟ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْٓ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْمَا جَهَرَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْقِرَاءَةِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

(موطا امام مالک صفحہ ٨٢، نسائی ١٤٦/١ ترمذی ٤٢/١)

کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی قرارت کی تھی؟ ایک شخص نے کہا ہاں میں نے یا رسول اللہ! راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میں بھی کہتا تھا کیا وجہ کہ مجھے قرآن کے ساتھ منازعت اور گرانی ہو رہی ہے۔ پس لوگ جہری نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرارت کرنے سے رک گئے جب انھوں نے آپ سے سنا کہ یہ آپ کو ناگوار ہے۔

Marfat.com

حدیث ۴۵ امام نسائی نے باب باندھا ہے۔ ترك القراءة خلف الامام فيما لم يجهر فيه اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال صلى النبي صلى الله عليه وسلم الظهر فقراء رجل خلفه "سبح اسم ربك الاعلى" فلما صلى قال من قراء سبح اسم ربك الاعلى قال رجل انا قال قد علمت ان بعضكم قد خالجنيها۔ (نسائی شریف)

کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے سبح اسم ربك الاعلیٰ سورۃ پڑھی۔ آپ نے نماز کے بعد فرمایا، کس نے سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھا تھا؟ ایک شخص نے کہا میں نے! فرمایا بے شک میں نے جانا کہ تم میں سے بعض مجھ کو خلجان میں ڈالتے ہیں۔

اور یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے اور نسائی نے اس کو دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اس میں لفظ صلى الظهر والعصر یعنی ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی۔ اور یہ دونوں نمازیں سرّی ہیں تو ان سرّی نمازوں میں بھی امام کے پیچھے پڑھنا باعث خلجان ہوا۔ اسی لیے امام نسائی نے باب منعقد کیا ہے کہ سرّی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت کو ترک کرنا۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جہری اور سرّی نماز میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقتدیوں کا امام کے ساتھ قرارت کرنا ناگوار گزرا تو مقتدیوں نے امام کے ساتھ قرارت کرنا چھوڑ دیا۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے قرارت کرنا آپ کے حکم سے نہ تھا ورنہ آپ یہ نہ پوچھتے کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا تھا؟ اور صرف ایک شخص نے کہا کہ میں نے پڑھا تھا، معلوم ہوا کہ سب نے نہیں پڑھا تھا؛ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ جو پڑھتے تھے ان کو اطلاع نسخ کی نہ تھی۔

حدیث ۴۶ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من قراء خلف الامام فقد اخطاء الفطرة۔ (در منثور صفحہ ۱۵۶/۳)

جس نے امام کے پیچھے قرارت کی اس نے فطرت کو غلط ٹھہرایا۔

Marfat.com

اور ایک روایت میں ہے فلیس علی الفطرۃ اور ایک روایت میں ہے لیس علی السنۃ یعنی وُہ فطرت اور سنّت پر نہیں ہے (عمدۃ القاری شرح بخاری صفحہ ۱۳/۲)

حدیث ۴۷ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لا قراءۃ خلف الامام (درمنثور صفحہ ۱۵۶/۳) امام کے پیچھے قرارت نہیں۔

حدیث ۴۸ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من صلی رکعۃ لم یقراء فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام۔ (موطا امام مالک صفحہ ۸۰ ترمذی صفحہ ۴۲/۱)

جس نے رکعت پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہُوئی مگر امام کے پیچھے ہو تو ہو جائے گی۔

حدیث ۴۹ حضرت مُحمّد بن عجلان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَیتَ فِی فَمِ الَّذِیْ یَقْرَاءُ خَلْفَ الْاِمَامِ حَجَرًا۔ (موطا امام محمد صفحہ ۴۶ وعمدۃ القاری صفحہ ۱۳/۲)

کاش! امام کے پیچھے پڑھنے والے کے مُنہ میں پتھر ہوں۔

حدیث ۵۰ امام مالک، حضرت نافع سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے

کَانَ اِذَا سُئِلَ ھَلْ یَقْرَاَءُ اَحَدٌ خَلْفَ الْاِمَامِ؟ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُہٗ قِرَاءَۃُ الْاِمَامِ! وَاِذَا صَلّٰی وَحْدَہٗ فَلْیَقْرَاءْ قَالَ وَکَانَ عَبْدُ اللہِ بْنُ عُمَرَ لَا یَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ۔ (موطا امام مالک صفحہ ۸۲)

جب سوال کیا جاتا کہ کیا مقتدی امام کے پیچھے پڑھے؟ فرماتے، جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کو کافی ہے اور جب کوئی اکیلا نماز پڑھے تو وہ قرارت پڑھے اور حضرت عبد اللہ بن عمر خود بھی امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث ۵۱ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَاءُ خَلْفَ الْاِمَامِ

کہ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قرارت

Marfat.com

فِیْ فِیْہِ حَجَرًا۔ پڑھے اس کے مُنہ میں پتھر ہو۔

(موطا امام محمد صفحہ ۴۶ عمدۃ القاری صفحہ ۱۳/۱۱)

حدیث ۵۲ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

لیت الذی یقراء خلف الامام ملئ فوہ ترابا۔ (طحاوی شریف صفحہ ۱۲۹/۱ عمدۃ القاری صفحہ ۱۳/۱۱) کاش ! امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں مٹی بھر دی جائے۔

اِن احادیث مبارکہ سے ثابت ہُوا کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جلیل القدر اصحاب نے اس سے منع فرمایا ہے۔

سوال :

صحیح حدیثوں میں آیا ہے لاصلوٰۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب اور لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی ثابت ہُوا کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے کسی کی نماز نہیں ہوتی اور امام کے پیچھے جو لوگ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے ان کی بھی نماز نہیں ہوتی۔

جواب :

یہ احادیث امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقتدی کے لیے نہیں بلکہ منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والے کے لیے ہیں چنانچہ ترمذی شریف میں ہے : واما احمد بن حنبل فقال معنیٰ قولُ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقراء فیھا بام القراٰن فلم یصل الایکون وراء الامام قال احمد فھذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاوّل قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد کہ "اس کی نماز نہیں جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے" کا معنیٰ یہ ہے کہ جب نمازی تنہا نماز پڑھے اور انہوں نے استدلال کیا حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث سے کہ جو شخص کوئی رکعت بغیر سورۂ فاتحہ کے پڑھے تو نماز نہیں ہوگی مگر جب کہ وہ امام کے پیچھے تو ہو جائے

Marfat.com

گی۔ امام احمد بن حنبل رض نے فرمایا کہ حضرت جابر بن عبداللہ نبی ﷺ کے ایک (جلیل القدر) صحابی ہیں انہوں نے نبی ﷺ کی اس حدیث لاصلوٰۃ لم یقراء بفاتحۃ الکتاب کا یہ مطلب نکالا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ نمازی اکیلا نماز پڑھے۔

ثابت ہُوا کہ یہ حدیثیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے مقتدی کے لیے نہیں ہیں بلکہ تنہا نماز پڑھنے والے منفرد کے لیے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ ہم حنفیوں کی نماز بھی بغیر سورۃ فاتحہ کے نہیں ہوتی ہر نماز میں بلکہ ہر رکعت میں امام سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے اور امام کا پڑھنا بحکم حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ مقتدی کا پڑھنا ہے تو بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز کہاں ہوئی۔ سورۃ فاتحہ تو باقاعدہ پڑھی گئی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر امامِ ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فاتحہ خلف الامام کے متعلق ارشادِ گرامی ہدیۂ قارئین کیا جائے۔ فرماتے ہیں:

مدّتے آرزوئے آں داشت کہ وجہے پیدا شود وجیہہ در مذہب حنفی تا در خلف امام قراۃ فاتحہ نمودہ آید ہر گاہ قرائت در نماز فرض باشد از قرارتِ حقیقی عدول نمودہ بقرارت حکمی قرار دادن معقول نمے شد با آنکہ در حدیثِ نبوی آمدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ اما بواسطہ رعایتِ مذہب بے اختیار ترکِ قرارت میکرد و ایں ترک را از قبیلِ ریاضت و مجاہدہ مے شمرد آخر الامر حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ ببرکت رعائت مذہب کہ نقل از مذہب الحاد است حقیقت مذہب حنفی در ترکِ قرارت ماموم ظاہر ساخت و قرأتِ حکمی از قرارتِ حقیقی در نظرِ بصیرت زیبا تر نمود کہ

مدّت سے یہ آرزو تھی کہ مذہب حنفی میں کوئی روشن وجہ ظاہر ہو جائے جس سے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی حقیقت واضح ہو جائے اِس لیے کہ نماز میں قرارت فرض ہے اور قرارت حقیقی سے قرارت حکمی (کہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا) کی طرف آنا امرِ معقول نہیں جب کہ حدیث پاک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آیا ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن مذہب حنفی کی رعایت کرتے ہُوئے مجبوراً (امام کے پیچھے) قرأت چھوڑنا تھا اور اس ترک قرارت کو ایک قسم کی مشقت اور مجاہدہ سمجھتا تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مذہب حنفی کی رعایت کی برکت سے کیونکہ مذہب سے پھرنا الحاد ہے۔ مذہب حنفی کی حقیقت مقتدی کے ترکِ قرارت کے بارے میں ایسی

Marfat.com

امام و ماموم ہمہ باتفاق در مقامِ مناجات مے ایستند لان المصلی یناجی ربّہ و امام را دریں امر پیشوائے سازند پس امام ہر چہ میخواند گویا در زبانِ قوم میخواند در رنگِ آنکہ جماعۃ پیشِ پادشاہِ عظیم الشاں بحاجتے بروند و یکے را پیشوا سازند تا از زبان ہمہ اینہا عرض حاجت نماید بریں تقدیر اگر دیگراں نیز باوجودِ تکلّم پیشوا در تکلّم آیند داخلِ سُوءِ ادبست و موجب عدم رضائے پادشاہ پس تکلم حکمی ایں جماعۃ کہ بزبانِ پیشوا ادا مے باید بہتر ست از تکلم حقیقی اینہا ہم چنیں است حال قرارتِ قوم باوجود قرارت امام کہ داخلِ شغب است و از ادب مستبعد و مُوجب تفرق کہ منافی اجتماع ست و اکثر مسائل خلافی میانِ حنفی و شافعی ازیں قبیل ست کہ ظاہر و صورت مُرجّح بجانب شافعی است و باطن و حقیقت موید مذہب حنفی۔

(مبداء و معاد صفحہ ۳۷)۔

ظاہر فرما دی کہ بصیرت کی نظر میں قرأتِ حکمی قرارتِ حقیقی سے بہت بہتر دکھائی دینے لگی وہ اس طرح کہ امام اور مقتدی سب کے سب مقامِ مناجات میں کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے ربّ سے دُعا کرتے ہیں اور امام کو اس معاملہ میں اپنا پیشوا بناتے ہیں امام جو کچھ بھی کہتا ہے وہ گویا مقتدیوں کی زبان میں کہتا ہے یعنی ان کی ترجمانی کرتا ہے جیسا کہ کوئی جماعت کسی عظیم الشان بادشاہ کے حضور اپنی کوئی حاجت لے کر جائے اور اس سلسلے میں ایک شخص کو اپنا امام و پیشوا بنائے کہ وُہ ان سب کی ترجمانی کرتے ہُوئے اس حاجت کو بادشاہ کے سامنے پیش کرے تو جب وہ امام اس حاجت کو بادشاہ کے حضور پیش کر رہا ہو اس وقت دوسرے سب لوگ بھی اس کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے سامنے بولتے جائیں تو اس کو خلافِ ادب، گستاخی اور بد تہذیبی سمجھا جائے گا اور یہ بادشاہ کی ناراضی کا موجب ہو گا۔ لہٰذا اس جماعت کا تکلم حکمی جو کہ ان کے پیشوا کی زبان سے ادا ہُوا اُن کے تکلّم حقیقی یعنی ان کی اپنی زبان سے بہتر ہو گا۔ اسی طرح امام کے پیچھے قرارت کا حال ہے کہ امام کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ مقتدیوں کا پڑھنا باعثِ خلل، ادب کے خلاف تفریق کا موجب ہو گا جو کہ ان کی اجتماعی حالت یعنی نظمِ جماعت کے منافی ہے۔ امامِ اعظم اور امام شافعی کے درمیان اکثر مختلف فیہ مسائل

Marfat.com

کا یہی حال ہے کہ ظاہر صورت میں امام شافعی کے
حق میں ہوتے ہیں اور باطن اور حقیقت کی رُو سے
مذہب حنفی کی تائید کرتے ہیں۔

آمین خفیہ کہنا

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ "آمین" کیا ہے؟ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ آمین دعا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا (یونس ۸۹) (بے شک تم دونوں کی دُعا قبول ہُوئی) اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام دُعا مانگتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دَعْوَتُکُمَا فرما کر دُعا کی نسبت دونوں کی طرف کی۔ لہٰذا واضح طور پر ثابت ہُوا کہ آمین کہنا دُعا ہے اور صحیح بُخاری میں ہے۔ قال عطاء اٰمین دعاء کہ حضرت عطا تابعی فرماتے ہیں کہ آمین دُعا ہے) اور جمہور کے نزدیک اس کے معنیٰ ہیں اللّٰھم استجب اے اللہ قبول فرما۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبیؐ کریم ﷺ سے آمین کے معنیٰ پُوچھے تو آپ نے فرمایا' اِفْعَل یعنی اے اللہ ایسا ہی کردے (مظہری صفحہ ۱/۱)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ آمین کہنا دُعا ہے تو دُعا کے متعلق خود ارشادِ باری تعالےٰ ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ (الاعراف ۵۵)

دُعا کرو اپنے رب سے گڑگڑاتے ہُوتے اور خفیہ بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت میں صریح حکم ہے کہ دُعا عاجزی کرتے ہُوئے خفیہ طور پر کرو اور "خفیہ" ضد ہے "جہر" کی تو ارشادِ ربانی سے ثابت ہو گیا کہ دُعا چپکے چپکے کرنی چاہیے۔ جہری طور پر نہیں۔ دُوسرے مقام پر فرمایا: تَدْعُوْنَہٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً (الانعام ۶۳) (تم دُعا کرتے ہو اس (اللہ) سے عاجزی کرتے ہُوئے اور چُپکے چُپکے۔ تیسرے مقام پر فرمایا: ذِکْرُ

Marfat.com

رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا (مریم ۲-۳) (یہ ذکر ہے تیرے ربّ کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی جب اس نے اپنے ربّ کو چپکے چپکے پکارا) ان دو آیتوں میں بھی خفیہ دُعا کو بطورِ تعریف بیان فرمایا اور حضرت زکریا علیہ السلام کی خفیہ دُعا سے اللہ تعالیٰ راضی ہُوا اور ان پر رحمت فرمائی۔

پہلی آیت میں خفیہ دُعا کرنے کا حکم دے کر فرمایا "اعتدا" کرنے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا اور "اعتدا" حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں۔ دُعا میں حد سے بڑھنے اور تجاوز کرنے کی کئی صورتیں ہیں۔ ان میں ایک صُورت آواز بُلند کرنا بھی ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن و معالم التنزیل و کبیر میں ہے: وقیل اراد به الاعتداء بالجهر قال الکلبی وابن جریج من الاعتداء رفع الصّوت فی الدعاء (معالم التنزیل صفحہ ۲۴۱/۲ کبیر صفحہ ۲۴۴/۴) اور کہا گیا ہے کہ اعتدار سے مُراد دُعا میں جہر کرنا ہے۔ کلبی اور ابنِ جریج نے فرمایا ہے کہ اعتدار دُعا میں آواز کا بُلند کرنا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واعلم ان الاخفاء معتبر فی الدعاء ویدل علیه وجوه (الاول) هذه الاٰیة فانها تدل علی انه تعالیٰ امر بالدعاء مقرونا بالاخفاء وظاهر الامر للوجوب فان لم یحصل الوجوب فلا اقل من کونه ندبا ثم قال تعالیٰ بعده انه لا یحب المعتدین والاظهر ان المراد انه لا یحب المعتدین فی ترك هذین الامرین المذکورین و هما التضرع والاخفاء فان الله لا یحبه ومحبته الله تعالیٰ عبارة عن الثواب فکان المعنیٰ ان من ترك

اور جان لو کہ اخفاء دعا میں معتبر ہے اور اس پر کئی دلیلیں ہیں (پہلی دلیل) تو یہی آیت ہے تو بلاشبہ یہ آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے دُعا کا حکم دیا ہے اور اس کو اخفاء کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اور ظاہراً امر وجوب کے لیے ہے۔ پس اگر وجوب حاصل نہ بھی ہو تو کم از کم استحباب کا درجہ ضرور حاصل ہوگا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور ظاہر تر یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ ان کو دوست نہیں رکھتا جو ان دو مذکور امور یعنی تضرع اور اخفاء کو دُعا میں ترک کرتے ہیں اور اللہ کی محبّت و دوستی ثواب

Marfat.com

فی الدعاء التضرع والاخفاء فان
الله لایثیبه البتّه ولا یحسن
الیه ومن کان کذالک کان
من اهل العقاب لامحالة فظهر
ان قوله تعالی انه لایحب المعتدین
کالتهدید لشدید علیٰ ترک
التضرع والاخفاء فی الدعاء (الحجّة
الثانیة) انه تعالیٰ اثنیٰ علی زکریا
فقال اذنادیٰ ربّه نداء خفیا ای
اخفاء عن العباد واخلصه لله
وانقطع به الیه (الحجة الثالثه) ما
روی ابوموسیٰ الاشعری رضی
الله عنه انهم کانوا فی غزاة
فاشرفوا علی ود فجعلوا یکبرون
ویهللون رافعی اصواتهم فقال
علیه السّلام ارفقوا علی انفسکم انکم
لاتدعون اصم ولاغائبا انکم
تدعون سمیعا قریبا وانه لمعکم
(الحجة الرابعة) قوله علیه السّلام
دعوة فی السرّ تعدل سبعین دعوة
فی العلانیه وعنه علیه السّلام خیر
الذکر الخفی وخیر الرزق مایکفی
(تفسیر کبیر صفحہ ۲۴۳/۴)

سے عبارت ہے تو معنی یہ ہُوا کہ جو شخص دُعا میں تضرع اور اخفاء کو ترک کرے گا اللہ اس کو ثواب نہیں دے گا اور نہ اس پر احسان فرمائے گا اور جو شخص ایسا ہو گا وہ لامحالہ اہل عقاب میں سے ہو گا۔ پس ظاہر ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بطور تہدید شدید کے ہے اس پر جو دعا میں تضرّع اور اخفاء ترک کرے۔ (دوسری دلیل یہ ہے) کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی تعریف فرمائی تو فرمایا کہ ' جب زکریا نے اپنے رب سے ندا کی' ندائے خفی یعنی اس کو بندوں سے چھپایا اور اس دُعا کو اللہ کے لیے خاص کیا اور اس کے ساتھ اللہ کی طرف انقطاع کیا (تیسری دلیل) وہ حدیث جس کو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ صحابہ ایک غزوہ میں تھے پس ایک وادی میں آئے تو بلند آواز سے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہنے لگے۔ حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا' اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو تم تو سمیع و قریب اللہ کو پکارتے ہو جو بلاشبہ تمہارے ساتھ ہے (چوتھی دلیل) حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ خفیہ دعا برابر ہے ستر دعائے جلی کے اور آپ کا ہی ارشاد ہے کہ بہتر ذکر خفی ہے اور بہتر رزق وہ ہے جو کفایت کرے۔

Marfat.com

یہی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ باوجود شافعی ہونے کے فرماتے ہیں کہ :

قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اخفاء التامین افضل وقال الشافعی رحمہ اللہ اعلانہ افضل واحتج ابو حنیفۃ علی صحۃ قولہ قال فی قولہ امین وجہان (احدھما) انہ دعاء (والثانی) انہ من اسماء اللہ فان کان دعاء وجب اخفاءہ لقولہ تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ وان کان اسماء من اسمأ اللہ تعالیٰ وجب اخفاءہ لقولہ تعالیٰ واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ فان لم یثبت الوجوب فلا اقل من الندبۃ ونحن بھذا القول نقول۔ (تفسیر کبیر صفحہ ۲۴۳)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ آمین خفیہ کہنا افضل ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کا اعلانیہ کہنا افضل ہے اور امام ابو حنیفہ نے اخفاء آمین میں دو وجہیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ آمین دُعا ہے اور دوسری یہ کہ آمین اسماءِ الٰہی میں سے ہے۔ پس اگر دُعا ہے تو اس کا اخفا واجب ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اپنے ربّ سے دُعا مانگو عاجزی سے اور آہستہ اور اگر اللہ تعالےٰ کے اسماء میں سے اسم ہے تب بھی اس کا اخفا واجب ہے اس لیے کہ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے کہ اپنے ربّ کو اپنے جی میں عاجزی سے اور خفیہ طور پر یاد کرو۔ تو اگر وجوب نہ بھی ثابت ہو تو استحباب سے تو کم نہیں ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں۔

صاحبِ تفسیر خازن علامہ امام علی بن مُحمّد رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے لفظ خفیہ کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی سرا فی انفسکم وھو ضد العلانیۃ والادب فی الدعاء ان یکون خفیا لھذہ الایۃ قال الحسن بین دعوۃ السر ودعوۃ الاعلانیۃ سبعون ضعفا۔ تفسیرِ خازن صفحہ $\frac{97}{2}$)

یعنی پوشیدہ اپنے جی میں دُعا کرو اور یہ (لفظ خفیہ) ضد ہے اعلان اور جہر کی اور دُعا میں ادب یہ ہے کہ وہ خفیہ ہو۔ اس آیت کی رُو سے اور امام حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ دعائے خفیہ اور دعائے اعلانیہ میں ستّر درجہ کا فرق ہے یعنی خفیہ دُعا ستر درجہ افضل ہے۔

Marfat.com

حدیث ۵۳ صاحبِ تفسیر مدارک علامہ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں :

قال علیہ السلام انکم لاتدعون اصم ولاغائبا انما تدعون سمیعا قریبا انہ معکم این ما کنتم۔ (مدارک علی الخازن صفحہ ۹۷/۲)	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے ہو تم تو سمیع قریب (اللہ) کو پکارتے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے، تم جہاں بھی ہو۔

الحمدللہ آیاتِ قرآنی اور معتبر تفاسیر سے ثابت ہو گیا کہ دُعا خفیہ طور پر کرنا ہی افضل اور بہتر ہے اور آمین کہنا بھی دُعا ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ آمین خفیہ اور آہستہ کہنی چاہیئے۔

غیر مقلد : اگر بحکم ربانی ادعوا ربکم الآیۃ دعا خفیہ اور آہستہ کرنی چاہیے تو جن دُعاؤں کا بلند آواز سے کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ان کے متعلق کیا کہیں گے؟ نیز سورۃ فاتحہ بھی دُعا ہے اس کے علاوہ دُعائیں جو قرآن میں ہیں آپ بھی ان کو جہری نمازوں میں جہر سے پڑھتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ خود حنفیہ بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حکمِ الٰہی کے خلاف امر کے مرتکب ہُوئے ؟ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ دُعائیں مستثنیٰ ہیں۔ اِسی طرح آمین بھی اگرچہ دُعا ہے مگر وہ مستثنیٰ ہے۔

جواب : خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مُبارک گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی نے بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کو پکارا تو آپ نے فرمایا، تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو بلکہ تم سمیع و قریب کو پکارتے ہو اور وہ ہر وقت تمھارے ساتھ ہے لازمًا تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو دُعائیں آپ نے بلند آواز سے فرمائیں وہ تعلیم کے لیے فرمائیں اور سورۃ فاتحہ اور قرآنی دعائیں جو جہری نمازیں پڑھی جاتی ہیں ان میں مقصود اہم امر قرارت ہے نہ کہ قصدِ دُعا۔ دُعا کا قصد تبعًا ہے نہ اصالۃً۔ دوسری بات یہ ہے کہ سنّتِ متواترہ مشہورہ اور اجماع سے ان کا جہر ثابت ہُوا ہے اور حنفیہ کے نزدیک متواتر اور مشہور اخبار سے زیادتی یا تخصیص قرآن کی جائز ہے۔ بخلاف خبر احاد ظنی کے یعنی آمین وغیرہ ادعیہ کے اس میں بڑے بڑے صحابہ کرام و ائمہ مجتہدین اور علماء کا اختلاف

Marfat.com

ہے ۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور جمیع اہلِ کوفہ و امام مالک جو عالمِ مدینہ ہیں اور اہلِ مدینہ کے حالات سے بخوبی واقف تھے ـــــ آمین بالجہر کے تارک تھے ۔ پھر اس صورت میں تخصیص کیوں کر ہو سکتی ہے حنفیہ کا دعویٰ ہے کہ کوئی غیر مقلّد اس کو قیامت تک نہیں ثابت کر سکتا کہ حضور ﷺ نے ہمیشہ یا اکثر اور جمہور صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتدا میں اور آپ کے بعد آمین بالجہر کیا ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ مسئلہ اختلافی کیوں ہوتا اور شافعیہ بھی باوجود مخالف احناف ہونے کے آمین بالجہر کو سنّت نہیں سمجھتے بلکہ مستحب جانتے ہیں ۔ چنانچہ امام نووی صحیح مسلم شریف کی شرح میں آمین کے باب میں لکھتے ہیں : فی ھذہ الاحادیث استحباب التامین عقیب الفاتحہ للام والماموم المنفرد صفحہ ۱۷۶/۱) یعنی ان حدیثوں میں آمین کے مستحب ہونے کا ذکر ہے فاتحہ کے بعد امام اور مقتدی اکیلے کے لیے ۔

اب احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیے ۔

حدیث ۵۴ : حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے باپ وائل سے روایت کرتے ہیں کہ:

انہ صلی مع النبی ﷺ فلما بلغ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال اٰمین واخفی بھا صوتہ ۔ (دار قطنی صفحہ ۳۳۴/۱)

بے شک انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پر پہنچے تو آپ نے آمین کہا اور اپنی آواز کو پوشیدہ کیا ۔

غیر مقلّد : یہ حدیث منقطع ہے قابلِ حجّت نہیں اس لیے کہ علقمہ کا سماع (سننا) اپنے باپ وائل سے ثابت نہیں وہ اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے اس کے مقابلے میں صحیح حدیث یہ ہے جس سے آمین بالجہر ثابت ہے :

عن عبد الجبار بن وائل عن ابیہ قال صلیت مع النبی ﷺ فلما قال ولا الضالین قال اٰمین وسمعنا ھا منہ ۔ (ابن ماجہ)

عبد الجبار بن وائل اپنے باپ وائل سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپ نے وَلَا الضَّالِّیْنَ پڑھا تو آمین کہا اور ہم نے اس کو آپ

Marfat.com

سے سُنا۔

جواب : غیر مقلدین کی لیاقت۔ حدیث دانی اور مبلغ علم کا یہ حال ہے کہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا دیا۔ اس لیے کہ معاملہ بالکل برعکس ہے یعنی حقیقت یہ ہے کہ حضرت علقمہ کا سماع اپنے باپ حضرت وائل سے دلائل صریحہ واضحہ سے ثابت ہے۔ البتہ اس کے بھائی عبدالجبار کا سماع اپنے باپ حضرت وائل سے ثابت نہیں وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد پیدا ہُوا ہے۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف کتاب الحدود میں ہے :

امام ترمذی فرماتے ہیں :

سمعت محمدا یقول عبد الجبار بن وائل بن حجر لم یسمع من ابیہ ولا ادرکہ یقال انہ ولد بعد موت ابیہ باشھر کہ مَیں نے محمّد (امام بُخاری) سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ عبدالجبار بن وائل بن حجر نے اپنے باپ وائل سے نہیں سُنا اور نہ اس نے اس کو پایا یعنی نہیں دیکھا۔ کہا جاتا ہے کہ بے شک وہ اپنے باپ کے انتقال کے کئی مہینہ بعد پیدا ہُوا۔ اسی میں ہے وعلقمۃ بن وائل بن حجر سمع من ابیہ وھو اکبر من عبد الجبار بن وائل وعبد الجبار بن وائل لم یسمع من ابیہ کہ علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سُنا ہے اور وہ عبدالجبار بن وائل سے بڑا ہے اور عبدالجبار بن وائل نے اپنے باپ سے نہیں سنا ہے اور سنیے نسائی شریف میں ہے اخبرنا سوید بن نصر اخبرنا عبد اللہ بن المبارک عن قیس بن سلیم العنبری حدثنا علقمہ بن وائل حدثنی ابی قال صلیت خلف رسول اللہ ﷺ (الحدیث) (نسائی شریف کتاب الصلوٰۃ) اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا یحیی بن سعید عن عوف بن ابی جمیلۃ قال حدثنی حمزۃ ابو عمر العائذی قال حدثنا علقمۃ بن وائل عن وائل قال شھدت رسول اللہ ﷺ (الحدیث) اخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا حفص بن عمر وھو الحوضی قال حدثنا جامع بن مطر عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ قال کنت قاعدا عند رسول اللہ ﷺ (الحدیث) اخبرنا زکریا بن یحیی قال حدثنا عبید اللہ بن معاذ قال

Marfat.com

حدثنا ابی قال حدثنا ابو یونس عن سماك بن حرب ان علقمة بن وائل حدثه ان اباه حدثه قال انی لقاعد مع رسول الله ﷺ (الحدیث) اخبرنا محمد بن معمر قال حدثنا یحیی بن حماد عن ابی عوانة عن اسمعیل ابن سالم عن علقمة بن وائل ان اباه حدثهم ان النبی ﷺ اتی برجل (الحدیث) (نسائی شریف۔ کتاب القسامة) اور سنن ابوداؤد شریف، کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ حدثنا عبده بن عبدالله ثنا یحیی بن آدم ثنا موسی بن قیس الحضرمی عن سلمة بن کہیل عن علقمة ابن وائل عن ابیه قال صلیت مع النبی ﷺ (الحدیث)

ائمہ حدیث از صحاح ستہ اور امام بخاریؒ سے بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو اپنے غیر مقلد پیشوا نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی کی ہی مان لیجئے۔ فرماتے ہیں "وسماع علقمہ از ابیہ ثابت است پس حدیث سالم باشد از انقطاع (مسک الختام شرح بلوغ المرام صفحہ ۲۷۳) یعنی سماع علقمہ کا اپنے باپ سے ثابت ہے۔ لہذا حدیث انقطاع سے سالم اور محفوظ ہے" الحمد للہ ثابت ہو گیا کہ غیر مقلد کا اعتراض سراسر غلط اور جہالت ہے اور سماع علقمہ کا اپنے باپ سے ثابت ہے اور خفیہ آمین کہنے والی حدیث منقطع نہیں۔ اس کے برعکس غیر مقلدین کی بلند آواز سے آمین کہنے والی حدیث منقطع ہے جو لائق حجت نہیں۔

حدیث ۵۶ : حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ :

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَرَاءَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقَالَ اٰمِیْن وَخَفَضَ بِھَا صَوْتَهٗ۔	بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا غیر المغضوب علیھم ولا الضالین تو فرمایا آمین اور آپ نے اپنی آواز کو پست کیا۔

غیر مقلد : ترمذی کی یہ حدیث ضعیف ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ خود اس حدیث کے مخرج امام ترمذی فرماتے ہیں : سمعت محمدا یقول حدیث سفیان اصح من حدیث شعبة فی هذا۔ (میں نے محمد (امام بخاری) سے سنا " انہوں نے فرمایا کہ حدیث سفیان حدیث شعبہ سے زیادہ صحیح ہے اس باب میں۔

جواب : غیر مقلدین کی لیاقت اور حدیث فہمی بھی قابل داد ہے کہ حدیث کو ضعیف

Marfat.com

قرار دے رہے ہیں اور دلیل میں امام بخاری کا یہ قول پیش کر رہے ہیں کہ حدیث سفیان جس میں ہے مد بها صوته یعنی آمین کہنے میں آپ نے اپنی آواز کو دراز کیا۔ یہ حدیث، حدیثِ شعبہ سے زیادہ صحیح ہے۔ حالانکہ زیادہ صحیح ہونا منافی صحت نہیں بلکہ اقرارِ صحت ہے۔ کیونکہ اصح کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ بھی صحیح ہے مگر یہ اس سے زیادہ صحیح ہے۔ اس سے حدیث کا ضعیف ہونا کیسے ثابت ہوگیا؟

غیر مقلد: اس حدیث کے راوی شعبہ نے کئی جگہ خطا کی ہے۔ مثلاً اس نے اس حدیث میں کہا ہے کہ حجر عنبس کا باپ ہے۔ حالانکہ حجر عنبس کا بیٹا ہے اور کنیت ابا سکن ہے۔

جواب: اس خطا کو شعبہ کی طرف منسوب کرنا خود خطا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ عینی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ حجر کی کنیت ابوالعنبس ہونے پر ابن حبان نے کتاب الثقات میں جزم کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی کنیت اپنے باپ کے نام کی طرح ہے اور یہ کہ اس کی کنیت ابوالسکن ہے اس کے منافی نہیں کہ اس کی کنیت ابوالعنبس بھی ہو کیونکہ ایک شخص کی دو کنیتیں ہو سکتی ہیں اس کو کون سی چیز مانع ہے؟

مؤلف ناچیز کہتا ہے کہ حجر عنبس کا بیٹا ہے۔ پھر اگر اس نے اپنے بیٹے کا نام اپنے باپ کے نام پر رکھا تو اب اس کے بیٹے کا نام عنبس ہوا تو وہ ابوالعنبس ہوا یا نہیں؟

۲ دوسری خطا شعبہ نے یہ کی ہے کہ اس نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے آمین کہتے وقت آواز پست کی حالانکہ صحیح یہ ہے کہ آواز کو دراز کیا۔

جواب: یہ بھی کوئی خطا نہیں ہے جب کہ مد بها صوته اور خفض بها صوته میں منافات نہیں اور اس میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ جب حضور ﷺ نے شروع میں تعلیم امت کے لیے آمین کو بالجہر فرمایا تھا اس وقت آمین کو لمبا کر کے پڑھا اور جب تعلیم ہو گئی پھر آمین کو بالسر فرمایا۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ عینی فرماتے ہیں: قلت تخطیئة مثل شعبة خطاء کیف وھو امیر المؤمنین فی الحدیث۔ (میں کہتا ہوں کہ شعبہ جیسے راوی کی خطا پکڑنی خود خطا ہے اور کیسے خطا نہ ہو جب کہ وہ علم حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔) اور اگر علامہ عینی پر اعتبار نہ ہو تو ترمذی شریف کتاب العلل میں دیکھئے: حدثنا محمد بن

Marfat.com

اسمعیل نا عبد اللہ بن ابی الاسود نا ابن مہدی قال سمعت سفیان یقول شعبة امیر المؤمنین فی الحدیث ۔ (یعنی بیان کیا ہم سے محمد بن اسمٰعیل نے کہا بیان کیا ہم سے عبد اللہ بن ابی الاسود نے۔ کہا بیان کیا ہم سے ابن مہدی نے۔ انہوں نے کہا سُنا میں نے سفیان سے وہ فرماتے تھے کہ شعبہ علم حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں : قال ابوبکر وحدثنی ابو الولید قال قال لی حماد بن سلمة ان اردت الحدیث فعلیك بشعبة (ابوبکر نے کہا اور بیان کیا مجھ سے ابو الولید نے، اس نے کہا مجھ سے حماد بن سلمہ نے کہا کہ اگر تجھ کو حدیث کی چاہت اور شوق ہے تو شعبہ کی صحبت کو اپنے اوپر لازم کرلے۔) اسی میں ہے : قال علی قلت لیحیی ایھما کان احفظ للاحادیث الطوال سُفیان او شعبة قال کان شعبة امر فیھا قال یحیی بن سعید وکان شعبة اعلم بالرجال فلان عن فلان وکان سفیان صاحب الابواب۔ (یعنی علی بن عبد اللہ نے کہا میں نے یحیی بن سعید سے پوچھا کہ بڑی بڑی حدیثوں کو زیادہ یاد رکھنے والے سفیان ہیں یا شعبہ ؟ تو انہوں نے کہا ان حدیثوں میں شعبہ زیادہ قوی ہیں اور کہا یحیی بن سعید نے کہ شعبہ علمِ رجال یعنی راویوں کے حال جو ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں، کا زیادہ علم رکھتے تھے اور سفیان صاحب الابواب تھے۔ امام نووی "تہذیب الاسماء" میں فرماتے ہیں کہ شعبہ بڑے محدثین اور کبار محققین سے ہیں ان کے امامِ علمِ حدیث اور احتیاط اور اتقان اور جلالت شان پر محدثین کا اجماع اور اتفاق ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ شعبہ کے زمانہ میں علمِ حدیث میں ان کی مثل اور ان سے عمدہ اور بہتر کوئی اور نہ تھا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث نہ پہچانی جاتی۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ شعبہ علم حدیث اور احوال رواۃ میں اُمّتِ واحدہ ہیں خود حضرت شعبہ فرماتے تھے کہ میں نے جس راوی سے بھی حدیث سنی اس کے پاس کئی مرتبہ آیا اور بار بار اس کو حدیث سُنا کر اچھی طرح تسلی اور تشفی کرتا تھا تاکہ کوئی غلطی نہ ہو جائے۔ (دیکھو ترمذی شریف کتاب العلل)

ایسے محقق اور حافظِ حدیث امام جن کی جلالتِ شان پر بڑے بڑے ائمہ کا اتفاق

Marfat.com

ہے اس کی طرف خطا کی نسبت کرنا خود خطا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور امام بُخاری جن سفیان کی حدیث کو شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح کہتے ہیں وہ حضرت سفیان خود حضرت شعبہ کو امیر المؤمنین فی الحدیث فرماتے ہیں۔ کما مرّ۔ یلیجیے ہم خود حضرت سفیان سے حضُور ﷺ کا آمین آہستہ کہنا ثابت کر دیتے ہیں، چنانچہ مصنّف ابن ابی شیبہ میں ہے:-

حدثنا وکیع قال ثنا سفیان عن سلمۃ بن کہیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال سمعت رسول اللہ ﷺ اذا قراء ولا الضالین فقال اٰمین وخفض بھا صوتہ۔

بیان کیا ہم سے وکیع نے۔ کہا بیان کیا ہم سے سفیان نے سلمہ بن کہیل سے حجر بن عنبس سے وائل بن حجر سے انہوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا کہ جب آپ نے ولا الضالین پڑھا تو فرمایا آمین اور اپنی آواز کو پوشیدہ فرمایا۔

افسوس۔ غیر مقلدین صحیح حدیثوں کا انکار کرتے ہیں اور دعویٰ اہلِ حدیث ہونے کا کرتے ہیں اور امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کو شرک کہتے ہیں اور خود امام بخاری کی تقلید میں ایسے جلیل القدر امام شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث کو بلا وجہ خاطی قرار دیتے ہیں۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

حدیث ۵۸: انہی سے روایت ہے:

اِنَّہٗ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فَلَمَّا قَرَاَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ خَفَضَ بِھَا صَوْتَہٗ۔ (مسند ابوداؤد طیالسی صفحہ ۱۳۸

کہ انہوں نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا۔ آپ نے آمین کہا اور اپنی آواز کو پست کیا۔

مسند امام احمد

حدیث ۵۹: حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمْ یَکُنْ عُمَرُ وَعَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا

کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ

Marfat.com

يَجْهَرَ ان بِبِسمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِآمِيْن (عمدۃ القاری شرح بخاری صفحہ ۵۲/۵)

الرحمٰن الرحیم اور آمین جہر سے نہیں پڑھتے تھے (یعنی ان دونوں کو سری طور پر پڑھتے تھے۔

حدیث ۶۰ : حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَرْبَعٌ يُخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ التَّعَوُّذُ وَ الثَّنَاءُ وَالتَّسْمِيَةُ وَالتَّامِيْنُ۔

کہ چار چیزیں امام خفیہ کہے۔ اعوذ باللہ۔ سبحنک اللھم۔ بسم اللہ اور آمین۔

(فتح القدیر۔ عمدۃ القاری صفحہ ۵۱/۵)

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کو خفیہ کہا ہے اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ آپ نے بلند آواز سے کہا ہے تو وہ شروع شروع میں تعلیمِ اُمّت کے لیے کہا ہے بعد میں آہستہ کہا۔ ورنہ احادیث میں تعارض و تناقض ہو جائے گا اور تعارض و تناقض کے وقت رجوع کیا جائے گا۔ اصل دُعا کی طرف کہ آیتِ قرآنی اور حکمِ ربّانی کے موافق اس کے لیے حکم اخفا کا ہے۔ لہٰذا الحکم اصول حدیث حدیثِ اخفار کو حدیث جہر پر ترجیح ہوگی اور حدیثِ جہر میں تاویل ہوگی اور تعلیم پر محمول ہوگی تاکہ آیت و حدیث کے درمیان تطبیق ہو جائے۔

حدیث ۶۱ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

ترك الناس التامين وكان رسول الله ﷺ اذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال امين حتى يسمعها اهل الصف الاول فيرتج بها المسجد۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۸۱/۱)

لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضّالین پڑھتے اور آمین فرماتے یہاں تک کہ پہلی صف والے اس کو سن لیتے اور اس سے مسجد گونج پڑتی۔

اِس حدیث میں چند اُمور قابلِ غور ہیں۔

۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے لائقِ حجّت نہیں کیونکہ اس میں ایک راوی بشر بن رافع ضعیف ہے۔ بخاری و ترمذی و نسائی و احمد و ابن معین وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے (شرح ہدایہ۔ تقریب التہذیب)

Marfat.com

۲- اس میں صحابۂ کرام کا آمین جہر سے کہنا مذکور نہیں۔
۳- صرف پہلی صف والوں کا سننا اور پھر مسجد کا گونجنا متضاد بات ہے کیونکہ جس آواز سے مسجد گونجے گی اس کو صرف پہلی صف والے ہی نہیں دوسری صفوں والے بھی سنیں گے۔
۴- مسجد کا گونجنا خلافِ واقع ہے کیونکہ اس وقت مسجد کھجور کے پتوں کی بنی ہوتی تھی اس میں آواز کا گونجنا کیا معنی۔
۵- بر تقدیر تسلیم یہ حدیث حنفیہ و مالکیہ کی موافقت اور تائید کرتی ہے کہ صحابیٔ رسول حضرت ابوہریرہ فرما رہے ہیں۔ ترک الناس التامین لوگوں نے بلند آواز سے آمین کہنا چھوڑ دیا ہے۔ اس وقت کے وہ لوگ جنہوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا تھا وہ صحابہ اور تابعین تھے یا کوئی اور لوگ تھے تو ان کا آمین بالجہر کو چھوڑ دینا صریح دلیل ہے اِس بات کی کہ حدیث آمین بالجہر کی منسوخ ہے اور اس کا جہر صرف تعلیم کے لیے تھا اور جب تک ان کے لیے یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ ان کے علم میں تھا کہ اب خفیہ طور پر آمین کہنا سنت ہے' ان پر سنت کے ترک کرنے اور اس کی مخالفت کرنے اور اپنی رائے کے مطابق عمل کرنے کا الزام عاید ہوگا۔

رہا حضرت ابوہریرہ کا قول کہ حضور ﷺ بلند آواز سے آمین فرماتے تھے تو ہو سکتا ہے کہ ان کو حدیث اخفاء آمین نہ پہنچی ہو یا جہر سے آمین کہنے کو اولیٰ سمجھتے ہوں بہر صورت یہ جملہ ترک الناس التامین حنفیہ کی تائید میں حجتِ کامل ہے۔

رفع یدین

حدیث ۶۲ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا كَبَّرَ لِافْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَ اِبْهَامَاهُ قَرِيْبًا مِّنْ شَحْمَتَيْ اُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ۔ (طحاوی شریف ۱۳۲/۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے قریب تک اُٹھاتے پھر پوری نماز میں ہاتھ نہ اُٹھاتے۔

Marfat.com

حدیث ۶۳ انہی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ :

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ اِلٰی قَرِیْبٍ مِّنْ اُذُنَیْہِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ۔ (ابوداؤد شریف صفحہ ۱۱۶/۱)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کو شروع فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے۔ پھر نہ اُٹھاتے۔

حدیث ۶۴ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً وَّاحِدَۃً۔

کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی نماز جیسی نماز نہ پڑھاؤں ؟ پس آپ نے نماز پڑھائی تو اپنے ہاتھ نہ اٹھائے مگر تکبیر اُولیٰ کے وقت

(ابوداؤد صفحہ ۱۱۶/۱ ترمذی صفحہ ۳۵/۱)

حدیث ۶۵ انہی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ﷺ

اِنَّہٗ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ۔ (طحاوی شریف صفحہ ۱۳۲/۱)

بلاشبہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو پہلی تکبیر کے وقت اُٹھاتے تھے۔ پھر نہیں اُٹھاتے تھے۔

حدیث ۶۶ انہی سے روایت ہے فرماتے ہیں :

صَلَّیْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ وَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ فَلَمْ یَرْفَعُوْا اَیْدِیَھُمْ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ۔

(بیہقی شریف صفحہ ۷۹/۲ مجمع الزوائد صفحہ ۱۲۸/۱)

کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کے پیچھے نماز پڑھی پس انہوں نے سوائے نماز کے شروع کے ہاتھ نہیں اُٹھائے۔

حدیث ۶۷ حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ۔

(کنزالعمال صفحہ ۴ طحاوی شریف صفحہ ۱۳۳/۱)

میں نے حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ آپ نے پہلی تکبیر کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے پھر نہیں اُٹھائے۔

حدیث ۶۸ حضرت عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں :

اِنَّ عَلِیًّا کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ

کہ بے شک حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نماز میں

Marfat.com

اَلتَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی مِنَ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ لَا یَرْفَعُ ۔ (بیہقی شریف صنہ۸ طحاوی شریف صہ۱۳۲)

پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے پھر نہیں اُٹھاتے تھے۔

حدیث ۶۹ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الْعَشْرَۃَ الْمُبَشَّرَۃَ مَا کَانُوْا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ اِلَّا فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ (النہایۃ والکفایہ)

بے شک عشرہ مبشرہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع کرتے وقت۔

حدیث ۷۰ حضرت ابو بکر بن عیاش بن حصین بن مُجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا فِی التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی مِنَ الصَّلٰوۃِ ۔ (طحاوی شریف صفحہ ۱۳۲)

میں نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی پس آپ نے اپنے ہاتھ نماز میں نہیں اٹھائے مگر پہلی تکبیر کے وقت۔

حدیث ۷۱ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَرْفَعُ الْاَیْدِیْ اِلَّا فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَقُنُوْتِ الْوِتْرِ وَتَکْبِیْرِ الْعِیْدَیْنِ وَعِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَعِنْدَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَ عِنْدَ الموقفین وَعِنْدَ رمی الجمار ۔

سات موقعوں کے سوا کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھانے جائیں نماز شروع کرتے وقت۔ نماز وتر میں قنوت پڑھنے کے وقت۔ عیدین کی تکبیروں کے وقت۔ حجرِ اسود کے بوسے کے وقت۔ صفا مروہ پر۔ عرفات و مزدلفہ میں اور جمروں پہ کنکریاں مارتے وقت

(کفایہ شرح ہدایہ صہ۲۲۶ بیہقی شریف)

ان دس حدیثوں سے ثابت ہُوا کہ حضور نبیّ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں صرف تکبیرِ اُولیٰ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے علاوہ رکوع میں جاتے اور اُٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

سوال : بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

Marfat.com

کہ حضور ﷺ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے۔

جواب : صِرف رکوع میں جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت ہی نہیں بلکہ سجدے میں جاتے اور سجدے سے اُٹھتے وقت بھی بلکہ ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ دیکھو نسائی۔ ابوداؤد۔ ابنِ ماجہ، تو پھر چاہیئے کہ ان احادیث پر بھی عمل کیا جائے؟ اور اصل بات یہ ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَنْسَخُ حَدِیْثَہٗ بَعْضُہٗ بَعْضًا کَمَا یَنْسَخُ الْقُرْاٰنُ بَعْضُہٗ بَعْضًا (مُسلم شریف صفحہ ۱۵۵) رسول اللہ ﷺ اپنی بعض حدیثوں کو بعض حدیثوں سے منسوخ فرما دیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن اپنی بعض آیات کو بعض آیات سے منسوخ کرتا ہے کے اُصول کے مطابق یہ حدیثیں منسوخ ہیں۔ چنانچہ علامہ امام بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں۔

اِنَّہٗ کَانَ فِیْ بَدْءِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری)

کہ رفع یدین کرنا شروع اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

دلیلِ نسخ یہ احادیث ہیں۔

حدیث ۷۲ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَنَحْنُ رَافِعُوْا اَیْدِیْنَا فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ مَا بَالُھُمْ رَافِعِیْنَ اَیْدِیَھُمْ فِی الصَّلٰوۃِ کَاَنَّھَا اَذْنَابُ الْخَیْلِ الشُّمْسِ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ۔ (نسائی شریف صہ، ابوداؤد شریف صفحہ مسلم شریف صہ۱۸۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نکلے اور ہم اس وقت نماز میں رفع یدین کر رہے تھے تو آپ نے دیکھ کر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں رفع یدین کرتے ہیں جیسا کہ سرکش گھوڑے اپنی دُمیں ہلاتے ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو یعنی رفع یدین نہ کرو۔

حدیث ۷۳ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مسجد حرام میں نماز پڑھتے دیکھا۔

وَیَرْفَعُ یَدَیْہِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ وَعِنْدَ

اور وہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت

Marfat.com

رَفْعِ الرَّاسِ مِنْہُ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ اِنَّہٗ شَیْءٌ قَدْ تَرَکَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا فَعَلَہٗ۔

رفع یدین کرتا تھا تو آپ نے اس کو اس سے منع فرمایا اور کہا کہ اس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا تھا بعد میں چھوڑ دیا۔

(نھایہ)

اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جن کی روایت پیش کی گئی ہے۔ رفع یدین نہیں کرتے تھے چنانچہ

وَقَدْ صَحَّ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّہٗ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَشْرَ سِنِیْنَ فَلَمْ اَرَہٗ رَفَعَ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ تَکْبِیْرَةِ الْاِفْتِتَاحِ فَتَرْکُ الْعَمَلِ بِہٖ دَلِیْلٌ عَلٰی اِنْتِسَاخِہٖ۔

(نورالانوار صفحہ ۱۶۱)

حضرت مجاہد سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا میں دس سال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں۔ میں نے ان کو سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ پس اُن کا رفع یدین کو ترک کرنا رفع یدین کے منسوخ ہونے پر دلیل ہے۔

امام طحاوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت طاؤس نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مجاہد نے اس کے خلاف روایت کیا ہے جیسا کہ اُوپر گزرا۔ فقد یجوز ان یکون ابن عمر فعل ما راہ طاؤس یفعلہ قبل ان تقوم عندہ الحجۃ بنسخہ ثم قامت عندہ الحجۃ بنسخہ فترکہ وفعل ما ذکرہ عند مجاھد تو بے شک یہ ممکن اور جائز ہے کہ طاؤس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دلیل نسخ قائم ہونے سے پہلے رفع یدین کرتے دیکھا ہو، پھر جب ان کے نزدیک دلیل نسخ قائم ہوگئی تو انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا، اور پھر ایسا کیا جیسا کہ حضرت مجاہد نے ذکر کیا ہے، نیز امام طحاوی فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے (جیسا کہ حدیث نمبر ۱۴ میں ہے۔) افتری عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ خفی علیہ ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ

Marfat.com

فی الرکوع والسجود وعلمو ذالک من دونه ومن هو معه یراه یفعل غیر ما رأی رسول اللہ ﷺ یفعل ثم لا ینکر ذالک علیه هذا عندنا محال و فعل عمر رضی اللہ عنه هذا و ترک اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ایاه علی ذالک دلیل صحیح ان ذالک هو الحق الذی لا ینبغی لاحد خلافه (طحاوی شریف)

تو کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کا رکوع و سجود میں رفع یدین کرنا پوشیدہ رہا ہو اور ہرگز ہرگز ان کو اس کا علم نہ ہوا ہو علاوہ ازیں پھر کیا یہ ممکن ہے کہ وہ حضور ﷺ کے خلاف فعل کرتے رہیں اور اُن کے ساتھی صحابہ میں سے کوئی بھی اس فعل پر اعتراض تک نہ کرے، ہمارے نزدیک یہ ہرگز ممکن نہیں۔ پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رفع یدین نہ کرنا اور اصحاب رسول ﷺ کا اس پر اعتراض تک نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اُن کا فعل حق و صواب تھا، جس سے اختلاف کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

حضرت ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں: ما رایت فقیها قط یفعله یرفع یدیه فی غیر التکبیرة الاولی (طحاوی شریف) —— کہ میں نے کسی فقیہ کو ہرگز نہیں دیکھا کہ وہ نماز میں سوائے تکبیر اولی کے رفع یدین کرتا ہو۔

الحمد للہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ نماز میں بجز تکبیر اُولیٰ کے رفع یدین نہیں کرنا چاہیے اور رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرنے والی حدیثیں منسوخ ہیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه سیدنا محمد وآله واصحابه وبارک وسلم اجمعین

☆

بندہ

محمد شفیع الخطیب الاوکاڑوی غفرلہ

کراچی

Marfat.com

Marfat.com

قرآن کتاب ہدایت ہے
قرآن مکمّل ضابطۂ حیات ہے
قرآن ہماری دُنیوی اور اُخروی کامیابی کا ضامن ہے
آیئے قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں،

پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکہ آرا تفسیر

ضیاءُ القرآن

خوبصورت ترجمہ

بہترین تفسیر

کتبہ گوہر قلم لاہور

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ ہے

ترجمہ، جس کے ہر لفظ میں اعجازِ قرآن کا حسن نظر آتا ہے
تفسیر: اہلِ دل کے لیے درد و سوز کا ارمغاں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ ○ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

مجدد مسلک اہلسنت خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

- ذکر جمیل
- نغمہ حبیب ﷺ
- انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
- ذکر حسین (رضی اللہ عنہ)
- درس توحید
- مسلمان خاتون
- راہ عقیدت
- برکات میلاد
- اخلاق و اعمال (نشری تقریریں)
- راہ حق
- ثواب العبادات
- مقالات اوکاڑوی
- نماز مترجم
- مسئلہ سیاہ خضاب
- میلاد شفیع
- امام پاک اور یزید پلید
- مسئلہ طلاق ثلاثہ
- جہاد و قتال
- انوار رسالت (حصہ اول)
- جھگڑے کا خاتمہ
- نغم البدا

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور

Marfat.com

مجدد مسلکِ اہلسنت خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

- ذکرِ جمیل
- نغمۂ حبیب
- انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
- ذکرِ حسین (دو حصے)
- درسِ توحید
- مسلمان خاتون
- راہِ عقیدت
- برکاتِ میلاد
- اخلاق و اعمال (نشری تقریریں)
- راہِ حق
- ثواب العبادات
- مقالاتِ اوکاڑوی
- نماز مترجم
- مسئلہ سیاہ خضاب
- میلادِ شفیع
- امام پاک اور یزید پلید
- مسئلہ طلاقِ ثلاثہ
- جہاد و قتال
- انوارِ رسالت (حصہ اول)
- جھگڑے کا خاتمہ
- نغم الہدا

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور

Marfat.com